جامع مسانید الامام الاعظم سے منتخب چالیس احادیث کا حسین گلدستہ

برکاتُ الاربعین

مُؤلّف

شیخ الطاف حسین صابری مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع مسانید الاِمام الأعظم سے منتخب چالیس احادیث کا حسین گل دستہ

بنام

برکات الأربعین

مؤلف

شیخ الطاف حسین صابری مصباحی

مالونی، ملاڈ (ویسٹ) ممبئی ۹۵

9987446223

ناشر:

برکات اسلام فاؤنڈیشن

مالونی، ملاڈ (ویسٹ) ممبئی ۹۵

تقسیم کار:

اسلامک اکیڈمی

گھٹ پربھا، ضلع بلگام، کرناٹک

نام کتاب	:	**برکات الاربعین**
مؤلف	:	**شیخ الطاف حسین** صابری مصباحی
تصحیح و تقریظ	:	علامہ محمد صدر الوری قادری مصباحی استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
پروف ریڈنگ	:	محمد احمد رضا برکاتی مصباحی (گھٹ پربھا، کرناٹک)
کمپوزنگ	:	محمد اسلم مصباحی- 8127502520
اشاعت اول	:	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ/فروری ۲۰۱۶ء
اشاعت ثانی	:	رجب المرجب ۱۴۳۸ھ/اپریل ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۷۲
ناشر	:	برکاتِ اسلام فاؤنڈیشن، مالونی، ملاڈ (ویسٹ)، ممبئی:۹۵
تقسیم کار	:	اسلامک اکیڈمی، گھٹ پربھا، ضلع بلگام، کرناٹک

ملنے کے پتے

(۱) رضوی کتاب گھر، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی - 011-23264524

(۲) کتب خانہ امجدیہ، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی - 011-23243187

(۳) خواجہ بک ڈپو، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی - 09313085318

(۴) مدنی بک اسٹال، دھارواڑ، ہبلی، کرناٹک - 09886019710

(۵) فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن، بنگلور - 09972802111

(۶) مکتبہ باغ فردوس، بڑی ارجنٹی، مبارک پور، اعظم گڑھ - 07408802756

★ زندگی بہت مختصر ہے، اسے عداوتوں کے پیچھے ضائع نہ کریں۔ ★

فہرست عناوین

★ ہمیں جن لوگوں کو اپنی موت کا غم دے کر جانا ہے، کیوں نہ ان کو زندگی ہی میں کوئی خوشی دی جائے۔ ★

انتساب

اس پروردگار کے نام ---------- جو خالق ما کان وما یکون ہے

اس ختمی مرتبت کے نام --------- جس نے امت تک خدا کا پیغام پہنچایا

ان تمام ائمہ اربعہ، فقہا، محدثین اور مجتہدین کے نام

جنھوں نے اصول شریعت کی روشنی میں امت کے لیے بے شمار آسانیاں پیدا فرمادیں

سراج الامہ، امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ کے نام

جنھوں نے فقہ حنفی کو کتاب وسنّت کی روشنی میں مرتب ومدون فرماکر ہم تک پہنچایا

تمام سلاسل طریقت، بالخصوص سلسلۂ چشتیہ کے نام

جنھوں نے سرزمین ہند میں توحید ورسالت کے دیپ جلائے

علی الخصوص سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری کے نام

جنھوں نے اپنی نظر کیمیا اثر سے بھٹکے ہوؤوں کو راہ یاب فرمایا

اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدر الشریعہ اور صدر الافاضل کے نام

جنھوں نے چودہویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کی حفاظت وصیانت فرمائی

جلالۃ العلم، ابو الفیض، حافظ ملت، علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کے نام

جنھوں نے اپنا خون جگر جلاکر جامعہ اشرفیہ جیسا عظیم دینی قلعہ ملت کے سپرد فرمایا

اس مادر علمی، باغ فردوس، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے نام

جو جماعت اہل سنت کا دینی، علمی اور فکری ترجمان ہونے کی حیثیت سے پھولوں کے درمیان گلاب، پتھروں کے درمیان یاقوت، جواہرات کے درمیان سچا موتی، خوشبوؤں کے درمیان مشک، ستاروں کے درمیان ماہ تاب اور سیّاروں کے درمیان آفتاب ہے۔

عقیدت کیش

شیخ الطاف حسین صابری مصباحی

دعائیہ کلمات

شیخ طریقت، مولانا حافظ و قاری الحاج **سید ساجد علی چشتی** صابری نعیمی دام ظلہ العالی
بانی: جامعۃ الفقیہات و جامعہ صابریہ، مالونی، ملاڈ (ویسٹ) ممبئی ۹۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب ''برکات الاربعین'' علم حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ممتاز و نمایاں مقام نیز آپ سے روایت کردہ مجموعۂ احادیث بنام ''جامع مسانید امام اعظم'' سے منتخب فضائل و مسائل پر مشتمل چالیس ترغیبی و تشویقی اور ترہیبی و تخویفی احادیث کا حسین و جمیل گل دستہ ہے، جو فقیر کے مرید و خلیفہ مولانا حافظ و قاری شیخ الطاف حسین صابری مصباحی زید علمہ، کی سخت عرق ریز کاوشوں کا نہایت شان دار ثمرہ ہے۔ یقیناً امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو قلیل الرّوایہ اور قیّاس کہنے والوں نیز آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر بے سروپا الزام تراشی کرنے والوں کے لیے یہ کتاب دنداں شکن جواب ہے۔

فقیر دعاگو ہے کہ اللہ جلّ شانہ وعمّ نوالہ اپنے فضل سے امّتِ مسلمہ پر امام اعظم کا فیضان کرم عام و تام فرمائے، اس کتاب کو عوام و خواص میں یکساں مقبولیت اور صاحب کتاب کو عمر خضری و بخت سکندری نیز تادم مرگ جماعت اہل سنت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ
بمطابق ۲۸/ اکتوبر ۲۰۱۵ء
بروز بدھ

کلماتِ تبریک

محدث جلیل، حضرت **علامہ عبدالشکور صاحب قبلہ مصباحی** مدظلہ العالی

شیخ الحدیث: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اربعین نویسی علومِ حدیث کا ایک روشن، مستقل اور دل چسپ باب ہے۔ علماے امّت نے تحصیل ثواب اور سعادت دارین کے لیے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔

اسی سلسلے کی ایک سنہری کڑی زیر نظر رسالہ "**برکات الاربعین**" ہے، جسے عزیزم مولانا حافظ شیخ الطاف حسین صابری مصباحی نے ترتیب دیا ہے۔ موصوف اس وقت ازہر ہند، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں درجۂ فضیلت کے طالب علم ہیں۔ اس وقت ان کی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔ دعا ہے کہ مولی عزوجل اس رسالے کو عوام وخواص میں یکساں مقبولیت عطا فرمائے۔

۲۱/ ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

بمطابق ۳۱/ جنوری ۲۰۱۶ء

بروز پیر

تقریظ جلیل

ماہر علوم حدیث، حضرت **علامہ محمد صدر الوریٰ قادری مصباحی** مدظلہ العالی
استاذ حدیث: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے جہاں اور بہت سارے امتیازات ہیں وہیں اس کا ایک بہت بڑا امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کے فارغین فراغت کے سال دستار فضیلت کی مناسبت سے اپنا کوئی قلمی شاہ کار منظر عام پر ضرور لاتے ہیں جس سے نہ صرف دستار فضیلت اور عرس حافظ ملت کے پر کیف اور بابرکت لمحات کی یادیں وابستہ ہوتی ہیں، بلکہ وہ ان کے مصباحی ہونے کا زندہ وجاوید ثبوت بھی ہوتا ہے اور اس حقیقت کا برملا اظہار بھی ہوتا ہے کہ حافظ ملت کا فیضان ان کی قائم کی ہوئی بافیض درس گاہ میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے طلبہ پر ہر میدان میں جاری ہے خواہ وہ تصنیف وتالیف کا میدان ہو یا تدریس وخطابت کا، یہی وجہ ہے کہ جامعہ اشرفیہ نے جس کثیر تعداد میں قوم کو مصنف، مدرس، مفتی، مناظر، داعی، مبلغ، قلم کار اور انشا پرداز دیے ہیں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔

یہ فیضان حافظ ملت ہی ہے کہ فارغین جامعہ کی قلمی کاوشیں ان کے عہد طالب علمی ہی میں نظر آنے لگتی ہیں خواہ وہ مستقل تصنیف کی شکل میں ہوں یا کسی کتاب کا ترجمہ ہوں۔ عزیز گرامی مولانا شیخ الطاف حسین مصباحی زید مجدہ کا یہ رسالہ ”برکات الاربعین“ اسی سلسلۃ الذھب کی ایک روشن وتابندہ کڑی ہے، جب کہ اس سے پہلے بھی عزیز موصوف کا ایک رسالہ اصول حدیث پر منظر عام پر آچکا ہے۔

علوم حدیث میں اشتغال عظیم سعادت کا باعث اور حسنات وبرکات کا سرچشمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ علما ومحدثین نے ان علوم کا بہت اہتمام کیا ہے، اور حفظ حدیث کی تو بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي ، فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا ، فَرُبَّ

حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ.

اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میرا ارشاد سنا اسے یاد کیا اور اچھی طرح سے محفوظ کیا اور اسے لوگوں تک پہونچا دیا کیوں کہ بہت سے حامل علم غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے حاملین علم ان لوگوں تک علم کی بات پہونچا دیتے ہیں جو ان سے بڑھ کر فقیہ ہوتے ہیں۔

اور چالیس احادیث کے حفظ پر تو نبی کریم ﷺ نے بڑی بشارتیں دی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا مِنْ أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَقِيهًا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا.

جس نے دین کے بارے میں چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت تک پہونچا دیا اسے اللہ تعالیٰ فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا۔

قابل مبارک باد ہیں عزیز مکرم مولانا شیخ الطاف حسین مصباحی جنھوں نے چالیس احادیث کا یہ مجموعہ تیار کیا۔

یہ احادیث در اصل ”مسانید الإمام الأعظم أبي حنيفة“ کی منتخبات ہیں، ان مسانید سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محدثانہ شان ظاہر و باہر ہے۔ مگر عزیز موصوف نے احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ان کی تشریح بھی کی اور قوم کے ذہنوں کو اپیل کرنے کے لیے ناصحانہ درس بھی شامل کیا۔ کتاب کے آغاز میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمہ گیر شخصیت پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا جس میں ان کی محدثانہ شان کو خوب نمایاں کیا اور معاندین کے بے جا الزامات کا تحقیقی جائزہ بھی لیا۔ دعا ہے اللہ رب العزت اس رسالے کو مقبول انام بنائے اور اس کی برکتوں سے شاد کام فرمائے اور توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۱۳ر جمادی الآولی ۱۴۳۷ھ — محمد صدر الوریٰ قادری

۲۳ر فروری ۲۰۱۶ء — خادم تدریس جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

بروز سہ شنبہ

عرض مؤلف

نبی کریم ﷺ کی ایک انتہائی بشارت آمیز حدیث پاک ہے: ’’مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ أَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِيْهًا، وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيْدًا‘‘۔ (۱)

یعنی جو شخص دینی معاملات کے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امّت تک پہنچادے گا، اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے لیے گواہی دوں گا؛ چناں چہ اسی تمنا میں ان چالیس حدیثوں کا ایک گل دستہ تخریج و تحقیق اور ترجمہ و تشریح کے ساتھ لکھ کر امّت رسول کی خدمت میں نذر کر رہا ہوں۔

طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے علم حدیث میں امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے بلند و بالا مقام کے نورانی منظر کی ایک جھلک دکھانے کے لیے یہ مختصر مگر جامع رسالہ ہدیۂ ناظرین ہے، اس امید پر کہ ان شاء اللہ تعالی ارباب بصیرت کے لیے مینار نور اور مشعل تجلی ثابت ہوگا۔ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے فقیر کو امید و یقین ہے کہ اہل نظر اس کو پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ مولی عزوجل نے آپ کو جملہ فقہا و محدثین بالخصوص ائمۂ ثلاثہ میں ایسی رفعت بخشی ہے کہ آپ کے درجات کی بلندی کا نظارہ کرتے وقت بڑے بڑے آسمان علم و فضل کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں؛ کیوں کہ آپ ایسے مطلع انوار فقہ و حدیث ہیں کہ آپ کا نقش پا امت کے فقہا و محدثین کے لیے شمع ہدایت اور آپ کا غبارِ راہ مقلدین کے لیے سُرمۂ چشم بصیرت ہے، لہذا فقیر نے غیر مقلدین کے فتنوں سے بھرے آج کے اس ماحول میں احادیث کی اشاعت کے لیے آپ ہی کے روایت کردہ

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ص:۳۶، ناشر: مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

احادیث کے مجموعے بنام "جامع مسانید امام اعظم" سے اربعین کا انتخاب بہتر و مناسب ہی نہیں بلکہ مخالفین کو جواب دینے کے لیے انتہائی ضروری سمجھا۔ جسے شیخ، امام، فقیہ، قاضی القضاۃ، ابو مؤید، حضرت محمد بن محمود بن محمد خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی:۶۶۵ھ) نے ترتیب دیا تھا، (جو مطبع مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن سے ۲/ جلدوں میں ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا تھا)، اسی نسخے کو ہم نے اپنی تالیف کا مدار قرار دیا ہے۔ فقہی اختلافات کو فقہی کتابوں کے حوالے کرتے ہوئے احادیث کے سند و متن، اعراب، عنوان، حوالہ، تخریج، و تحقیق، ترجمہ اور مختصر تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے (خیال رہے کہ ترجمہ صرف متن کا ہی کیا گیا ہے)، تاکہ صرف علما و طلبہ ہی نہیں بلکہ اس کی روشنی میں عوام بھی اپنی زندگی کی راہ عمل متعیّن کر سکیں۔ احادیث نبویہ سے پہلے آپ کی محد ثانہ جلالت کو اجاگر کرنے کے لیے فقیر نے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے اور احادیث کی ترتیب میں سب سے پہلے حدیث نمبر ۱ تا ۲۳، ترغیب سے متعلق کل ۲۳/ احادیث، پھر حدیث نمبر ۲۴ تا ۳۰، تخویف سے متعلق کل ۷/ احادیث، اس کے بعد حدیث نمبر ۳۱ تا ۳۳، کل ۳/ احادیث، اور آخر میں حدیث نمبر ۳۴ تا ۴۰ مسائل سے متعلق کل ۷/ احادیث مذکور ہیں۔ واضح رہے کہ حدیث نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۲۴، ۳۱، ۳۵ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وحدانیات سے ہیں۔

اس کوشش میں فقیر کتنا کامیاب رہا ہے، اس کا فیصلہ قارئین کے سپرد ہے۔ محض توفیق الٰہی کی بدولت یہ پورا رسالہ صرف چند ایام میں قبلہ رو بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔ اس رسالے کے منصۂ شہود پر آنے میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے مالک و مختار پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کے ساتھ قلبی وارفتگی کارفرما ہے۔ یہ کسی منجھے ہوئے فقیہ و محدث کی تحقیق نہیں محض ایک طالب علم کی ابتدائی کاوش ہے، لہذا جدید تحقیقات سے لبریز نہیں؛ البتہ شرح حدیث کے حوالے سے اگر کچھ مل جائے تو یہ بارگاہ نبوت کا فیضان ہوگا۔

★ عقل مند بولنے سے پہلے سوچتا ہے اور بے وقوف بولنے کے بعد سوچتا ہے۔ ★

سبب تالیف:

اس رسالے کا سبب تالیف یکم جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ بمطابق ۱۱/ مارچ ۲۰۱۶ء بروز جمعہ، ۴۱/ویں عرس حافظ ملت کے پُر بہار موقع پر اپنی دستار فضیلت کی خوشی میں اشاعت احادیث، حسن خاتمہ اور علم حدیث میں اپنے امام کی ثابت شدہ حیرت انگیز محیر العقول دسترس کو مختصر الفاظ میں واضح کرنا ہے، تاکہ اس کے مطالعے سے عام وخاص قارئین آپ کی علمی فوقیت سے روشناس ہوں۔ گو کہ اب یہ موضوع پرانا ہو چکا ہے، جس پر متعدّد تحریریں موجود ہیں لیکن جب باطل اپنا جھوٹ دہرانے سے نہیں تھکتا، تو حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی حقانیت کی بار بار شہادت دی جائے۔

اظہار تشکر:

اس رسالے کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فقیر شکر کے جن جذبات واحساسات سے لبریز ہے، قلم ان کی ترجمانی کرنے سے قاصر ہے۔ اس مبارک موقع پر فقیر اپنے **تمام اساتذۂ کرام** کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے فقیر کے خالی دامن کو علم وحکمت کی لازوال نعمتوں سے بھر دیا۔ بالخصوص اپنے مشفق استاد، محدث زمن، علامہ **محمد صدر الوریٰ** قادری مصباحی دام ظلہ، استاذ حدیث: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا، جنہوں نے یہ فرما کر کام کرنے کا جنون پیدا کر دیا کہ **"کسی کے کام کو دیکھ کر مرعوب نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خود بھی کچھ کرنے کا جذبہ اور حوصلہ رکھنا چاہیے"**۔ یہ سب حضرت کی فیض بخش درس گاہ اور پُر خلوص مشوروں کا ثمرہ ہے کہ فقیر اس رسالے کی تکمیل کا اہل بن سکا، مزید یہ کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر اس رسالے کی تصحیح فرماتے ہوئے تقریظ بھی رقم فرمایا۔ رہبر راہ شریعت، رونق بزم طریقت، مولانا حافظ وقاری الحاج **سید ساجد علی چشتی** صابری نعیمی کا، جن کی بدولت فقیر اس مقام تک پہنچا۔ محدث جلیل علامہ **عبد الشکور مصباحی**، شیخ الحدیث: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا، جنھوں نے اپنے کلمات تبریک سے نواز کر رسالے

کے معتبر و مستند ہونے کی سند عطا فرمائی۔ اپنے **والدین** کریمین کا، جنھوں نے فقیر کو حافظ قرآن اور عالم دین بنانے کے لیے مدارس اسلامیہ کے حوالے کیا۔ اپنی **اہلیہ** کا، جو زندگی کے ہر دکھ سکھ میں فقیر کا ساتھ نبھا رہی ہیں۔ اپنے دیرینہ دوست حافظ **محمد شاہد عرشی** صابری، ایڈیٹر سہ ماہی ضیاے صابر کا جو ہمیشہ فقیر کا دینی و علمی تعاون کرتے رہتے ہیں۔ مولانا حافظ **محمد احمد رضا برکاتی** مصباحی (گھٹ پربھا، کرناٹک) کا، جنھوں نے رسالے کی پروف ریڈنگ کا اہم کارنامہ انجام دیا۔

آخری بات:

اب فقیر تمام ناظرین کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اگر اس رسالے میں کچھ کمی نظر آئے تو نظر انداز کرتے ہوئے مطلع فرما کر دینی و علمی تعاون فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے اور بفضلِ الٰہی کچھ خوبی نظر آئے تو فقیر کے علم و عمل میں برکت، اس کی آنکھوں کے تارے **شیخ شاذیہ بانو** اور **شیخ واصف احمد** کے لیے درازیٔ عمر، صحت و سلامتی، حسن تعلیم و تربیت اور اس کے جملہ متعلقین کے لیے دارین کی سعادتوں سے سرفرازی کی دعا فرمائیں۔

طالبِ دعا

شیخ الطاف حسین صابری مصباحی

مالونی، ملاڈ (ویسٹ)، ممبئی ۹۵

Cell No. 9987446223

altafmisbahi1983@gmail.com

۱۱/ ربیع الغوث ۱۴۳۷ھ

بمطابق ۲۲/ جنوری ۲۰۱۶ء

بروز جمعہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آسمان حدیث کا آفتابِ نصف النہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - حامدا وّ مصلّیاً وّ مسلّماً

صدر اسلام کا دور ہے۔ طالبان علوم نبوّت ساری کائنات کی مرکزِ عقیدت مدینۂ منورہ کی مقدس سرزمین کی جانب کھینچے کھینچے چلے آرہے ہیں۔ خاندان اہل بیت کے چشم وچراغ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند علم پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں ایک نوجوان حاضر ہوئے، جسے اس مقدس دیار میں آپ تک طلب علم کے شوق نے پہنچا دیا تھا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا تھا کہ یہ دینی احکام ومسائل میں قیاس ورائے سے فتویٰ دیتے ہیں؛ چنانچہ امام باقر نے اس نوجوان سے فرمایا: ”وہ تمھیں ہو، جو اپنے قیاس کے ذریعے میرے جد کریم کی احادیث کا رد کرتے ہو؟“۔ نوجوان نے نہایت ادب واحترام سے عرض کیا: ”معاذاللہ! حدیث کو رد کرنے کی جسارت کون کرسکتا ہے؟ حضور تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں۔“ چنانچہ امام باقر بیٹھ گئے۔ نوجوان بھی آپ کے سامنے سراپا ادب ہوکر دوزانوں بیٹھے۔ عرض کیا: ”میں آپ سے تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، آپ مجھے ان تینوں کے جوابات عنایت فرمائیں“۔ نوجوان نے عرض کیا: ”حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟“۔ ارشاد فرمایا: ”عورت“۔ عرض کیا: ”وراثت میں مرد کا کتنا حصہ ہے اور عورت کا کتنا؟“۔ فرمایا: ”مرد کے لیے دو حصّے ہیں اور عورت کے لیے ایک حصّہ“۔ عرض کیا: ”یہی آپ کے جد امجد کا قول ہے۔ اگر میں آپ کے نانا کے دین کو تبدیل کرتا اور قیاس سے فتویٰ دیتا تو از روئے قیاس مناسب تو یہ ہے کہ مرد کا ایک ہی حصہ ہو، اور عورت کے دو حصے؛ کیوں کہ عورت مرد سے زیادہ ناتواں ہے۔“ پھر عرض کیا: ”نماز افضل ہے یا

★ وقت کی اگر کوئی قیمت ہے تو وہ اس کا صحیح استعمال ہے۔ ★

روزہ؟‘‘۔ فرمایا: ’’نماز‘‘۔ عرض کیا: ’’قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب نماز روزے سے افضل ہے، تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔ اگر میں احادیث کے خلاف قیاس آرائی کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے۔‘‘ عرض کیا: ’’پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا نطفہ؟‘‘ فرمایا: ’’پیشاب‘‘۔ عرض کیا: ’’اگر میں آپ کے نانا جان کے دین سے منحرف ہوتا، تو میں اس مسئلہ میں پیشاب خارج ہونے پر غسل کا حکم دیتا اور خروج منی پر صرف وضو کا؛ کیوں کہ پیشاب منی کی بنسبت زیادہ نجس ہے۔ اس بات سے خدا کی پناہ کہ میں آپ کے نانا کے دین کو قیاس کے ذریعے تبدیل کروں۔‘‘ نوجوان کی ان موافقِ شرع باتوں کو سن کر حضرت امام باقر کی ساری بدگمانی جاتی رہی اور اس قدر خوش ہوئے کہ نوجوان کی ذکاوت و ذہانت اور تبحر علمی کا اعتراف اس انداز میں فرمایا: ’’فَعَانَقَه وَأَلْطَفَه، وَأَكْرَمَه، وَقَبَّلَ وَجْهَه‘‘.[1] یعنی کھڑے ہوئے، معانقہ کیا، مہربانی فرمائی، تعظیم کی اور پیشانی چوم لی۔

جی ہاں! حیرت واستعجاب کی دنیا سے نکلیں اور اس علمی مکالمے کے راز سربستہ سے آگاہ ہوں کہ براہیمی فکر اور عقابی نظر کا مالک یہ نوجوان کوئی اور نہیں بلکہ بشارتِ مصطفیٰ، دعائے مرتضیٰ، سید الفقہاء والمحدثین، سند الأتقیا والمجتہدین، سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام الائمہ، حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۸۰ھ بمطابق ۵ ستمبر ۶۹۹ء/ وفات: ۲؍ شعبان المعظم بمطابق ۱۴؍ جون ۷۶۷ء) کی ذات بابرکات ہے، جو ایک طرف میدان علم میں تحقیق و تدقیق کے شہسوار تھے تو دوسری طرف میدان عمل میں یکتائے روزگار تھے۔ بلا شبہہ یہ واقعہ حضرت امام ابو حنیفہ کو قیّاس، ضعیف الحدیث اور قلیل الروایۃ کہنے والوں کے لیے مسکت اور دنداں شکن جواب ہے۔

بلا مبالغہ آپ بیک وقت ایک جلیل القدر تابعی، بے مثال فقیہ، مایہ ناز محدّث، نادر الوجود متکلّم، امام، اُصولی، محقق، مصنف، شاعر، عاشقِ رسول، زاہد، صوفی، مربّی، استاد،

---

(۱) موفق مناقب الامام الاعظم، ص: ۱۶۱، ناشر: طلبۂ جماعت سابعہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ۳۶-۱۴۳۵ھ

★ جیسے آپ میٹھا پھل خریدتے ہیں، اسی طرح میٹھے بول بھی اپنائیں۔ ★

تاجر، سخی، ذہین، صاحبِ ثروت، حاضر جواب، ولیٔ کامل، علم دوست، علما نواز، حد درجہ منکسر المزاج، متواضع، ملنسار، با اخلاق نیز ان کے علاوہ دیگر بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے، ان میں سے انفرادی طور پر ہر ہر خوبی کا بیان ایک طویل دفتر کا تقاضا کرتا ہے، لیکن قارئین کرام اختصار کے پیش نظر امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حسب ونسب، ذاتی زندگی، طلب علم کا ذوق، شب وروز کے معمولات، تعلیم وتربیت، قیام حرمین شریفین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، احقاق حق وابطال باطل، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، خوف خدا، اطاعت مصطفیٰ، توقیر سادات، تعظیم اکابر، شفقت اصاغر، حسن سلوک، قناعت وتوکّل، صبر واستغنا، زہد وتقوی، خودداری، حق گوئی وبے باکی، جودوسخا، امانت داری، بلند اخلاق، کثرت عبادت، کشف وکرامت، اعلاے کلمۃ الحق، آپ کی شان میں ائمہ عظام وعلماے کبار کے زریں اقوال، شرف تابعیت، زیارت صحابہ، کم سنی میں سماع حدیث، اخذ علم الحدیث کے مراکز، شیوخ کی تعداد کا تقابل، امام بخاری کی عدم روایت کی وجوہات، مذہب حنفی کی مقبولیت کے اسباب، علم حدیث کے فروغ میں آپ کا نمایاں کردار، گمراہ اور گمراہ گر جماعت غیر مقلدین (سلفیوں) کے بے سروپا اعتراضات اور ان کے جوابات، ظاہر وباطن میں یکسانیت، علم وفضل کی ندرت، فقہ وحدیث پر یکساں قدرت، ائمہ ثلاثہ میں آپ کا تفوق واستعلا نیز آپ کی آفاقی ومتعدّد الجہات شخصیت کے دیگر بے شمار محامد ومحاسن اور لاتعداد حیرت انگیز پہلوؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ کے چند بے نظیر اوصاف حمیدہ کو اجمالاً علم حدیث میں ثریا کی ناقابل تصور بلندیوں تک مبیّنہ رسائی کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

سرزمین کوفہ پر ۸۰؍ ہجری کی ایک ساعت سعید میں ”خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ“[1] کی بہاروں اور صحابیت وتابعیت کے

(۱) التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، ج:۶، ص:۴۲/ اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید المعشرۃ، ج:۷، ص:۱۲۰

''نور علی نور'' جلووں میں حضرت امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے۔ یہ زمانہ تابعین کا تھا، بلکہ صحابۂ کرام کا اخیر دور تھا۔ اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے ایسے ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے، جن میں ہر فرد اپنی اپنی جگہ آفتاب وماہ تاب تھا، جن کے باعث کوفہ کا ہر گوشہ علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا اور ہر ہر گھر دار العلوم اور دار الحدیث بن گیا تھا۔

یہ امر مسلم ہے کہ امام ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مجتہد مطلق تھے، لہٰذا آپ کے علم حدیث پر کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا؛ کیوں کہ مجتہد مطلق ہونے کے لیے حدیث میں مہارت حاصل ہونا ایک انتہائی اہم شرط ہے۔ ایک فقیہ کے علم کی وسعت کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کے شاگرد عبید اللہ بن منادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ''جسے ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں تو کیا وہ فقیہ ہے؟''۔ فرمایا: ''نہیں''۔ ''کیا دو لاکھ؟''۔ فرمایا: ''نہیں''۔ ''کیا تین لاکھ؟''۔ فرمایا: ''نہیں''۔ ''کیا چار لاکھ؟''۔ تو امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر (ہاں کا) اشارہ فرمایا۔ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (متوفیٰ: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں: ''محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل''۔ (۲)

امام سمعانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (متوفیٰ: ۵۶۲ھ - ۱۱۶۶ء) جو فن حدیث اور تاریخ میں ایک سند کا درجہ رکھتے ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں: ''جب امام ابو حنیفہ تحصیل علم میں مشغول ہوئے تو اس گہرائی تک جا پہنچے، جہاں دوسرے نہ پہنچ پائے''۔ (۳)

مکی بن ابراہیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (متوفیٰ: ۲۱۴ھ/۸۲۹ء) آپ فن حدیث میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (متوفیٰ: ۲۵۶ھ/۸۷۰ء) کے کبار شیوخ میں سے ایک

---

(۱) إعلام الموقعین، ج:۶، ص:۱۱۵، از شیخ ابن القیوم، دار ابن الجوزیہ، السعودیۃ العربیۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
(۲) الملفوظ مکمل، حصّہ دوم، ص:۴۹، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی ۳
(۳) تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص:۸۱، از امام ذہبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۶ء

ہیں۔ انھوں نے نہ صرف امام ابو حنیفہ سے حدیثیں روایت کی بلکہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”وہ (امام اعظم) اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔“(۱)

امام المزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ صالح بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحی بن مَعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ: ۲۳۳ھ/۸۴۷ء) سے سنا: ”ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ وہ حدیث کو تب تک روایت نہ کرتے، جب تک کہ وہ ان کے حافظے میں نہ ہو“۔(۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”صحابۂ کرام، تابعین عظام، اوزاعی، ثوری، مالک اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں منطق اور فلسفے کو علوم کے درجے میں شامل نہ کیا جاتا تھا بلکہ ان کے زمانے میں علوم قرآن و حدیث ہی کو علم کے زُمرے میں شمار کیا جاتا تھا۔“(۳)

اس سے واضح ہوا کہ مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو امام ابو حنیفہ کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم کہا، تو ان کی مراد قرآن و حدیث ہی کا عالم ہے۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ: ۲۳۵ھ/۸۵۰ء) روایت فرماتے ہیں: ”سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن جراح، عباد بن عوام اور جعفر بن عون رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی، اور وہ (امام اعظم) ثقہ ہیں۔“(۴)

ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ: ۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء) میدان فقہ و حدیث کے ۶۷/ کبار علما کے نام تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ”ان تمام حضرات نے امام ابو حنیفہ کی تعریف بلند اور اچھے الفاظ میں کی ہیں۔“(۵)

حضرت امام سلیمان بن مہران اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۵۹ھ-۱۴۸ھ) امام ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت اور حدیث میں مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اے گروہ

---

(۱) تہذیب الکمال، ج:۲۹، ص:۴۲۴، از امام مزی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء

(۲) تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۰۵، از امام ذہبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۷۴/۱۹۵۶ء

(۳) جامع بیان العلم وفضلہ، ص:۱۰۸۳، از امام ابن عبد البر، دار ابن الجوزی، دمام سعودی عرب، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

(۴) الِانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہا، ص:۱۹۳ تا ۲۲۹، از امام ابن عبد البر، دار البشائر الاِسلامیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

(۵) اَیضا، ص:۶۔

★ ایک مرتبہ ہار کر بیٹھ جانے والا، عمر بھر ہارتا ہی رہتا ہے۔ ★

فقہا! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) دوافروش ہیں، اور اے ابو حنیفہ! تم نے دونوں کو حاصل کرلیا۔ (یعنی آپ محدث بھی ہو اور فقیہ بھی ہو)۔[۱]

قاضی الشرق والغرب، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت: ۱۱۳ھ/ وفات: ۱۸۲ھ) نے آپ کی علمی شوکت اور محدثانہ جلالت کو دیکھ کر فرمایا: میرے نزدیک حدیث کی تفسیر اور حدیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کا جاننے والا امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔"[۲]

علم حدیث میں راوی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان جو اسناد پائی جاتی ہیں، وہ جتنی چھوٹی ہوں، اس سند کا مرتبہ اتنا ہی بالاتر ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی: ۲۵۶ھ/۸۷۰ء) کی صحیح بخاری میں بائیس ایسی حدیثیں ہیں، جن کی اسناد میں امام بخاری اور آقا علیہ السلام کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔ اس طرح کی تین راویوں والی اسناد کو ثلاثیات کہتے ہیں۔ یہ بائیس احادیث امام بخاری کی صحیح میں سب سے بلند ہیں۔ بڑے لطف وکمال کی بات یہ ہے کہ امام بخاری کی ۲۲/ ثلاثیات میں سے اکیس کے راوی جو امام بخاری کے شیوخ ہیں، وہ سب امام اعظم کے تلامذہ ہیں، جن میں سے ۱۱/ روایات صرف مکی ابن ابراہیم جیسے جلیل القدر محدث نے روایت کی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام بخاری امام اعظم کے ایک نہیں کئی نسبتوں سے پوتے شاگرد ہیں اور ظاہر ہے کہ امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔ یہ مجموعۂ اسانید امام بخاری کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار ہے۔ صحیح بخاری کی ۲۲/ ثلاثیات میں سے ان اکیس کے راویوں کو جو امام اعظم کے تلامذہ ہیں، اگر ایک طرف کردیا جائے تو ثلاثیات کے باب میں امام بخاری کا امتیاز وافتخار ختم ہوجاتا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ جس امام کے شاگردوں کی پوزیشن اتنی مضبوط وممتاز ہے ان کے شیخ (امام اعظم) کی علمی سطح کتنی بلند ہوگی۔ امام بخاری کی اعلیٰ سند تین اور امام مسلم کی چار واسطوں سے ہے، جب کہ امام اعظم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کی اعلیٰ سند صرف ایک ہی واسطے سے ہے اور ان کی تعداد

---

(۱) الخیرات الحسان، ص:۶۱، از علامہ احمد بن حجر مکی شافعی۔

(۲) أیضاً۔

بھی سولہ ہے۔ بھلا کس طرح ممکن ہے کہ شاگردوں کے پاس تو علم حدیث کا عظیم ذخیرہ موجود ہو اور استاد کے پاس صرف ۱۷/ احادیث: ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

فن حدیث میں امام ابو حنیفہ کے بلند و بالا مقام کا اندازہ اس حقیقت سے بھی لگایا جاسکتا ہے ک آپ نے پندرہ بروایتِ دیگر سولہ ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی سند میں آپ کے اور آقا علیہ السلام کے درمیان صرف ایک ہی راوی ہیں، اور وہ راوی کوئی اور نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔ ایسی اسناد جس میں راوی اور آقا علیہ السلام کے درمیان صرف ایک ہی فرد ہو، وہ وحدان کہلاتی ہیں۔ فقہ کے چاروں ائمۂ مجتہدین میں صرف اور صرف امام اعظم ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے وحدان کی روایت کی ہے۔ اگر راوی اور آقا علیہ السلام کے درمیان ۲/ افراد ہوں، تو یہ سند ثنائیات کہلاتی ہے۔ گو کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۹۳ھ- ۱۷۹ھ) نے بھی چند ایک ثنائیات کی روایت کی ہیں، مگر امام اعظم کی ثنائیات کی تعداد تقریباً پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ آپ نے تقریباً ایک ہزار ثلاثیات کی روایت کی ہیں۔ غور فرمائیں کہ امام بخاری کے پاس صرف اور صرف ۲۲/ ثلاثیات ہیں، جب کہ امام اعظم نے ایک ہزار ثلاثیات روایت فرمایا ہے۔ امام اعظم اور آقا علیہ السلام کے درمیان ایک، دو اور تین افراد والی ان روایتوں کی امام ابو یوسف (متوفیٰ: ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) کی کتاب الآثار، امام محمد بن حسن شیبانی (متوفیٰ: ۱۸۹ھ/۸۰۵ء) کی کتاب الآثار، امام خوارزمی (متوفیٰ: ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء) کی مناقب امام اعظم اور جامع المسانید نیز امام کردری (متوفیٰ: ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء) کی مناقب امام اعظم میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اساتذۂ ائمہ کی کثرت جہاں محدثین کی ذوق علم الحدیث کی غماز ہے وہیں ان کے وسعت علم الحدیث کی دلیل بھی ہے؛ اس لیے اکابر محدثین کے اساتذہ کی تعداد کم از کم ۲۰۰/ سے لے کر زیادہ سے زیادہ ۱۰۸۰/ تک پہنچتی ہے۔ امام اعظم اس حوالے سے بھی تمام ائمۂ حدیث کے مقابلے میں منفرد

★ نگاہ کا عادل وہ ہے، جسے دوسرے کی بیٹی بھی اپنی بیٹی نظر آئے۔ ★

مقام پر فائز ہیں؛ کیوں کہ آپ کے شیوخ کی تعداد ان سب سے زیادہ ۴۰۰۰ ہے آپ نے اتنی کثیر تعداد میں جلیل القدر، عادل وثقہ اساتذہ سے علم الحدیث حاصل کیا، جن میں عظیم صحابہ اور کبار تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

امام اعظم تاریخ اسلام کی وہ عظیم علمی شخصیت ہیں، جو نہ صرف خلفاے راشدین، اکابر صحابۂ کرام، ازواج مطہرات، عبادل ثلاثہ اور تابعین عظام کے علم الحدیث کے جامع ہیں بلکہ ان سلاسل عظیمہ سے نسبت کی بدولت آپ علم اہل بیت اور فیضان اہل بیت کے بھی وارث ہیں۔ یہ اسانید ارفع واعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد ویکتا بھی ہیں۔

کچھ معاندین ومخالفینِ تقلید نے امام اعظم ابو حنیفہ پر صرف چند حدیثیں یاد ہونے کا بے جا اور خلاف عقل الزام عائد کیا اور دروغ گوئی کا سہارا لے کر سیدھے سادے لوگوں کو ورغلایا کہ وہ صاحب الرائے تھے، قیاس تھے، انھیں صرف ۱۷؍ حدیثیں ہی یاد تھیں، ان کے فقہی مسلک کی بنیاد کتاب وسنت پر قائم نہیں یا ان کے پاس انتہائی قلیل ذخیرۂ احادیث تھا؛ کیوں کہ انھیں حدیث سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وغیرہ وغیرہ۔ اب تو غیر مقلدین، جن کے یہاں تحقیق کا معیار إثبات الشيء علی وجه الباطل ہے، کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ صرف ۳؍ صحیح حدیث کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں تھے، جب کہ یہ بالکل جھوٹ، افترا پردازی، حسد وعناد اور حقیقت سے منھ چھپانا ہے۔ حاسدین مخالفین کی طرف سے اس بے سروپا الزام کو ذہن میں رکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری فقہی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اس سے بڑا جھوٹ پوری علمی تاریخ میں نہیں بولا گیا۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ آپ جس شان کے محدث تھے، اس لحاظ سے آپ کی روایات کم ہیں مگر یہ ایسا الزام ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔

ذرا غور کیجیے کہ امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں، مگر بخاری شریف میں ایک لاکھ صحیح میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں، کیا یہ قلت روایت نہیں ہے؟۔

★ جو لوگ معاملات میں ٹھیک نہ ہوں، انھیں اپنا شریکِ کار نہ بنائیں، بلکہ قریب بھی پھٹکنے نہ دیں۔ ★

صدیق اکبر کی روایات بہت کم ملتی ہیں، تو کیا وہ محدث نہیں ؟۔ رہا ضعف روایات تو وہ کثرت اسناد کے باعث ہوتا ہے، جب کہ امام اعظم کا زمانہ عہد رسالت سے نہایت قریب تھا، چوں کہ آپ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے براہ راست شاگرد تھے، لہٰذا ائمۂ اہل بیت اطہار سے آپ کا گہرا تعلق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ پر قلت روایت کا الزام، محض تعصب پر مبنی ہے، جس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں؛ کیوں کہ ایک فقیہ کے لیے محدث ہونے کی جو شرط ہے، وہ آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ جب کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ نے اپنی جولانیتِ علمی کو بروے کار لاتے ہوئے ذخیرۂ احادیث میں سے جس کثرت سے مسائلِ شرعیہ کا استخراج و استنباط فرمایا ہے۔ بلاشبہہ ان کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچتی ہے، جو آپ کی قرآن فہمی، حدیث دانی اور دینی بصیرت کا عدیم المثال ثبوت ہے۔

جامع مسانید امام اعظم

یہ وہ نایاب کتابیں ہیں جنھیں آپ کے ارشد و اجل تلامذۂ حدیث نے وقتاً فوقتاً جمع و مدون کیا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس عظیم محدث، فقیہ اور مجتہد کے ان گنت شاگرد ہوں اور جس کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل کئی کتابیں ہوں، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کے علمی فیوض کو قید تحریر میں نہ لایا جاتا: ع

مشک آں است کہ خود بہ بوید

لہٰذا امام اعظم کے علم الحدیث میں ارفع و اعلیٰ رتبے کی وجہ سے آپ سے براہ راست یا بالواسطہ علمی فیض پانے والے محدثین نے آپ کی مسانید کو مختلف اوقات میں جمع کیا۔ ان مسانید کو مدون کرنے کا بنیادی سبب امام محمد بن محمود خوارزمی قدس سرہ کی زبانی پڑھیے، وہ بیان کرتے ہیں: ”میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

★ بیماری سے زیادہ بے کاری پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ★

آپ (امام اعظم) کی روایت حدیث کم تھی۔ ایک جاہل نے امام شافعی کی مسند جسے ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے، امام مالک کی مؤطا اور امام احمد کی مسند سے استدلال کرتے ہوئے بطور حقارت آپ کا ذکر کیا۔ یہ سن کر میری حمیت دینی نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ کی پندرہ مسانید و آثار سے ایک مسند مرتب کروں؛ چناں چہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ابوابِ فقہ کی ترتیب پر یہ مسند مرتب کی، تاکہ جاہل معاندین کا شبہہ ختم ہو جائے۔ ان مسانید کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہم ذیل میں صرف سترہ مسانید کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) مسند امام حماد بن ابو حنیفہ (متوفیٰ:۱۷٦ھ)
(۲) مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (متوفیٰ:۱۸۲ھ)
(۳) مسند امام محمد بن حسن شیبانی (متوفیٰ:۱۸۹ھ)
(۴) مسند امام حسن بن زیاد اللولؤی (متوفیٰ:۲۰۴ھ)
(۵) مسند امام احمد بن محمد بن سعید، معروف بہ ابن عقدہ (متوفیٰ:۳۳۲ھ)
(٦) مسند امام ابو محمد عبداللہ بن یعقوب حارثی بخاری (متوفیٰ:۳۴۰ھ)
(۷) مسند امام ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ (متوفیٰ:۳۷۹ھ)
(۸) مسند امام طلحہ بن جعفر (متوفیٰ:۳۸۰ھ)
(۹) مسند امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفیٰ:۴۳۰ھ)
(۱۰) مسند امام ابو عبداللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی (متوفیٰ:۵۵۲ھ)
(۱۱) مسند امام ابو بکر احمد بن محمد خالد کلاعی (متوفیٰ:۴۳۲ھ)
(۱۲) مسند امام ابو عبداللہ بن عدی جرجانی (متوفیٰ:۳٦۵ھ)
(۱۳) مسند امام ابو بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد (متوفیٰ:۵۳۵ھ)
(۱۴) مسند امام عمر بن حسن اشنانی (متوفیٰ:۳۳۹ھ)
(۱۵) مسند امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی (متوفیٰ:۳۳۵ھ)

(۱۶) مسند امام ابوبکر احمد بن علی معروف بہ خطیب بغدادی (متوفیٰ: ۴۶۳ھ)
(۱۷) مسند امام ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین (متوفیٰ: ۳۸۵ھ)[1]

ان کے علاوہ اور بھی مسانید ہیں: جیسے مسند امام حصکفی: اس کی شرح حضرت ملا علی قاری نے لکھی ہے۔

مسند ماوردی اور مسند ابن البزازی: ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

جامعِ مسانیدِ امام اعظم کی خصوصیات

احادیثِ نبویہ اور فقہِ حنفی کا یہ نادر الوجود ذخیرہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف و تالیف نہیں، بلکہ آپ کے بعد آپ کے شاگردوں سے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا ہے۔ آپ کی مرویات کو آپ کے مختلف شاگردوں اور بڑے بڑے محدثین نے مسانید کی شکل میں لکھا ہے۔ مسانید جمع ہے مسند کی، یعنی حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی روایت کو حروف تہجی کے کے اعتبار سے الگ الگ بیان کیا جائے۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمہ نے مکرر احادیث کو حذف کر کے اسے مختصر کیا۔ مکررات حذف کرنے کے بعد روایات کی کل تعداد ۵۲۳ ہے۔ اس کتاب میں ۶۰/ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرویات مذکور ہیں، جن سے مجموعی طور پر ۴۷۸/ روایات نقل کی گئی ہیں، جب کہ بقیہ مرویات میں مراسیل اور نامعلوم الاسم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات شامل ہیں۔ سب سے زیادہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہیں، جن کی تعداد ۹۷ ہے۔ دوسرے نمبر پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نامی ہے، جن کی مرویات کی تعداد ۵۳ ہے اور تیسرے نمبر پر حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی آتا ہے، جن کی مرویات کی تعداد ۴۹ ہے۔

مسانید امام اعظم کی یوں تو بہت سی خصوصیات ہیں، جیسے کہ اس میں بہت سی

(۱) نزہۃ القاری، ج:۱، ص:۱۳۰، از مفتی محمد شریف الحق امجدی، ناشر: دائرۃ البرکات، گھوسی

مرویات ایسی ہیں، جن کا تعلق کسی نہ کسی فقہی حکم سے ہے، اس کی ترتیب ابواب فقہ اور کتب احادیث کے مطابق ہے، نیز اسے فقہ حنفی کے اہم بلکہ بنیادی آخذ کی حیثیت حاصل ہے، لیکن ایک خصوصیت ایسی جو اسے اس کے بعد والی کتاب احادیث ہی میں نہیں حتی کہ اپنے زمانے کی کتب احادیث میں بھی انتہائی نمایاں مقام سے سرفراز کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مؤطا امام مالک سے لے کر صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی، جس میں مؤلف کتاب اور نبیٔ اکرم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو؛ یہی وجہ ہے کہ مؤطا امام مالک کی سب سے عالی سند روایت ثنائی ہے اور صحیح بخاری، جو "أصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا عظیم درجہ رکھتی ہے، میں سب سے عالی سند روایت ثلاثی ہے اور وہ بھی اتنی بڑی کتاب میں بہت زیادہ نہیں صرف ۲۲؍ روایات، ثلاثیات بخاری سے ہیں۔ جب کہ مسانید امام اعظم میں ایسی روایات جن میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبیِ کریم ﷺ کے درمیان صرف ایک ہی صحابی کا واسطہ ہے، ایسی اعلیٰ بلکہ ممتاز ترین اسناد کی تعداد ۸ ہے، جنہیں وحدانیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی جو وحدانیات میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان واسطہ ہیں: (۱) عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی، (۲) عبد اللہ بن ابی اوفیٰ (۳) عائشہ بنت عجرد، (۴) جابر بن عبد اللہ انصاری، (۵) انس بن مالک (ان سے دو حدیثیں مروی ہیں)۔ (۶) عبد اللہ بن انیس اور (۷) واثلہ بن اسقع (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کو ۷؍ صحابۂ کرام کی زیارت وروایت کا شرف حاصل ہے، گو کہ حضرت جابر کے سن وفات اور امام ابو حنیفہ کے سن ولادت کو سامنے رکھ کر یہ بات تقریباً ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہو۔ (لیکن اس کے چند جوابات دیے گئے ہیں) اسی طرح عائشہ بنت عجرد کے تفصیلی حالات بھی معلوم نہ ہو سکے، تاہم اگر ان دونوں کو الگ بھی کر دیا جائے تب بھی کم از کم ۵؍ صحابۂ

★ دشمن سے ایسا معاملہ نہ کریں کہ اگر وہ دوست ہو جائے تو شرمندگی اٹھانی پڑے۔ ★

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت و روایت تو صرف مسانید امام اعظم ہی سے ثابت ہو جاتی ہے۔

امام بخاری کو امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) کے معاصر محدثین کی روایات مل جانے کی وجہ سے انھوں نے امام شافعی سے روایت نہیں کیا۔ یہ بات بدیہی ہے کہ واسطے جتنے زیادہ ہوں گے، خطرات بھی اتنے ہی زیادہ۔ جب کہ واسطوں کی کمی، وہم اور غلطیوں کے احتمالات میں کمی کی ضامن ہے؛ یہی وجہ ہے کہ محدثین علوِ سند کے لیے اسفار کی انتہائی دشوار گزار مشقتیں برداشت کیا کرتے تھے۔

ہماری اس بحث سے فن حدیث میں علوِ سند کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ جامع المسانید کے علاوہ امام اعظم کے دیگر مسانید بھی مشہور و معروف ہیں؛ جیسے کشف الظنون اور عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ، ان میں سے بعض تو امام ابو حنیفہ کے تلامذہ اور بعض دیگر محدثین و فقہا نے جمع کیا ہے۔ اب ان تمام تاریخی شواہد کے باوجود امام اعظم سے مروی احادیث کے منکر کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ماہ رمضان میں کوئی شخص کمرے میں آنکھ بند کر کے سحر کے وقت سے طلوع آفتاب تک کھائے پیے اور کہے: ''ابھی تک صبح صادق طلوع نہیں ہوئی'' یا دن کو تہ خانے میں چلا جائے اور روزہ افطار کر ڈالے اور یہ کہے: ''آفتاب غروب ہو گیا، رات ہو گئی۔''

اب ہم منصف قارئین کی بارگاہ میں ایک سوال کرنے جا رہے ہیں، وہ یہ کہ اگر امام ابو حنیفہ کو احادیث کا علم نہیں تھا یا آپ یہ صرف قیاس ہی سے فیصلے کیا کرتے تھے، تو آپ کا مذہب کتاب و سنت کے مطابق کیسے ہے؟۔ اس کا جواب کوئی حاسد، متعصب، کوتاہ نظر اور مفلوج الفکر نہیں دے سکتا، بلکہ اس کے لیے عشق رسول، محبت اسلاف، کامل عقل اور کشادہ دل چاہیے۔ در حقیقت حضرت امام ابو حنیفہ کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی، روشن اور قوی دلیل فقہ حنفی ہے۔ احناف کی

کتبِ فقہ اور اصول فقہ اس بات کی واضح شاہد ہیں کہ فقہ حنفی کی حقیقی بنیاد کتاب اللہ ، سنت رسول اللہ پھر اجماع امت پر بالترتیب ہے، ان سب کے بعد قیاس کی منزل آتی ہے۔ اس دعوے پر قول امام ”إذا صح الحديث فهو مذهبي“ اور احناف کے لاکھوں ہزاروں مسائل کا ہر ہر جزیہ دلیل ہے۔ ایک طرف فقہِ حنفی کے جزئیات وکلیات اٹھا کر دیکھیے اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں، تو معلوم ہو جائے گا کہ جن جن ابواب وسائل میں صحیح ، غیر موؤل ، غیر منسوخ اور کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث کریمہ ہیں وہ سب فقہ حنفی کے عین مطابق ہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے علامہ عینی کی عمدة القاری شرح صحیح بخاری، امام ابن ہمام کی فتح القدیر اور امام طحاوی کی شرح معانی الآثار وغیرہ کا مطالعہ کریں، پھر بھی کوئی خلجان رہ جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا مجموعۂ فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ پڑھ لیجیے۔ فقیر نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی۔

قدرے بسط کے ساتھ ان تمام دلائل وشواہد سے معلوم ہوا کہ امام اعظم فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقید المثال محدث بھی تھے۔ اس کے باوجود امام اعظم کے عالم بالحدیث ہونے کا انکار کرنا دن میں سورج کے وجود کا انکار کرنا ہے۔ ان ہی حاسدین کے حسد وعناد کے تعلق سے فرمایا گیا: ”الناس في أبي حنيفة حاسد وجاهل“۔[1] یعنی امام اعظم کے تعلق سے دو طرح کے لوگ ہیں: ایک حاسدین، جو ان کے علوم وفنون سے حسد وعناد رکھتے ہیں اور دوسرے جاہلین جو ان کے علوم وفنون سے ناواقف اور بے خبر ہیں۔ اس انسائیکلوپیڈیائی دور میں قدیم روش سے ذرا ہٹ کر عصر حاضر کے تناظر میں کام کرنے سے زیادہ پذیرائی ہوگی اور ضروریات کی تکمیل بھی۔ آج جب کہ مذہب سے آزادی، عدم تقلید کا فتنہ اور طرح طرح کی گمراہیاں پورے عروج پر ہیں، لہذا ایسے وقت

---

(۱) تذکرة الحفاظ، ج:۱، ص:۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

میں مقلدین کو بیدار رہنے اور امت مسلمہ کو ان فتنوں سے بچانے کی سخت ضرورت ہے، خصوصًا اس ہماہمی کے ماحول میں تقلید کی ضرورت، ائمہ اربعہ کی عظمت اور امام اعظم کی اہمیت علی الخصوص آپ کی محد ثانہ بصیرت سے دین سے دور عوام اہل سنت کو روشناس کرانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ اپنے فضل سے ہم سب کو نام نہاد عمل بالحدیث کے دعوے داروں کے دام فریب سے محفوظ ومامون رکھے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حدیث نمبر ①

نیت کا پھل

أبو حنيفة **عن** يحيى بن سعيد الأنصاري **عن** محمد بن إبراهيم التيمي **عن** علقمة بن وقاص الليثي **عن** عمر بن الخطاب -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: "اَلأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوىٰ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُه إِلىٰ دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكَحُهَا فَهِجْرَتُه إِلىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ". (۱)

ترجمہ: "تمام اعمال کا ثواب نیتوں سے ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے واسطے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی، جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے"۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعمال دو قسم کے ہیں: برے اعمال اور اچھے اعمال۔ برا عمل تو خواہ بری نیّت سے کیا جائے خواہ اچھی نیّت سے، اس پر ثواب ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں؛ اس لیے کہ برا عمل تو بہر صورت برا ہی ہے۔ اور یہ باعث عذاب ہے۔

رہ گیا اچھا عمل تو اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ تمام اچھے اعمال- خواہ دل کے ہوں یا دوسرے اعضا کے، اوامر پر عمل ہو یا نواہی سے بچنا ہو، عبادات کے ہوں یا

(۱) جامع مسانید الامام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۰۱، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ جو واقعی بڑے ہیں، وہ بڑا بول نہیں بولتے۔ ہیرا کب منھ سے کہتا ہے کہ میں ہیرا ہوں۔ ★

عادات کے - ان پر ثواب اسی وقت ملے گا، جب ان اعمال کو تقرب و رضائے الٰہی طلب کرنے کی نیتوں سے کیا جائے۔ اور اگر معاذاللہ کوئی عمل خواہ وہ کتنا ہی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو، خدا کی خوش نودی کی نیت سے نہ کیا جائے بلکہ ریاکاری یا شہرت یا لذت نفس یا اور کسی غرض فاسد کی نیت سے کیا جائے تو اگرچہ وہ عمل فرض و واجب یا سنت و مستحب ہی کیوں نہ ہو، مگر ہرگز ہرگز اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا بلکہ الٹا نقصانِ ایمان اور عذاب جان کا باعث اور دونوں جہان میں خسران و حرمان کا سامان بن جائے گا۔

ہو اگر نیت بری، اچھے عمل بے کار ہیں
جاگتا ہے چور بھی، مثل نگہباں رات بھر

حدیث نمبر ۲

طلبِ علم کی اہمیت

أبو حنيفة عن أنس بن مالك الأنصاري الخزرجي النجاري -رضي الله عنه- قال: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يقولُ: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ." [۱]

ترجمہ: "علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

تشریح: بنیادی طور پر اس حدیث میں علم کے حصول اور تلاش میں سرگرداں ہونے کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے تاکہ مسلم معاشرہ جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر علم کی روشنی سے منور ہو جائے۔

فائدہ: دین کا اتنا علم سیکھنا فرض ہے، جو کسی بھی انسان کی دینی ضروریات کے لیے کافی ہو سکے۔ مثلاً کلمے کا صحیح تلفظ، نماز کی کامل ادائیگی، حلال و حرام کی تمیز، جائز و ناجائز کا یقین،

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۸۳، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ انسان کو دریا کی طرح سخی، سورج کی طرح شفیق اور زمین کی طرح نرم ہونا چاہیے۔ ★

نیکی اور بدی کا فرق وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں جس طرح مرد کے لیے جاننا ضروری ہیں، مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک عورت کے لیے بھی اسی طرح ضروری ہیں۔

حدیث نمبر ③

عالم دین کی فضیلت

أبو حنيفة -رحمه الله- قال: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَتِسْعِيْنَ وَأَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً، فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِأَبِيْ: حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَ: حَلْقَةُ عَبْدِ اللهِ بنِ الْحَارِثِ بنِ جَزْءٍ الزَّبِيْدِيْ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ: "مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ". (۱)

ترجمہ: "جو شخص اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی راہ پر چل پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں اس کی کفایت فرماتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے، جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہ گیا ہو۔"

تشریح: علم دین کے حصول کی یہ اہم ترین فضیلت ہے کہ پروردگار عالم طالب علم کی جملہ ضروریات کی کفالت خود ہی فرماتا ہے، اس کی پریشانیوں کو خود ہی دور فرماتا ہے، اس کی دنیا وآخرت کو خود ہی سنوارتا ہے اور اس کے وہم وگمان سے بالاتر حصولِ رزق کی فکروں سے بھی اسے آزاد کرتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علم دین سے تعلق رکھنے والا ایک شخص رزق کی تنگی سے پریشان ہو کر کبھی اپنی زندگی کا خاتمہ نہیں کرتا، جب کہ دنیاوی علوم وفنون کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والے اپنے اوپر رزق کے دروازے بند پاکر

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۸۰، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ④

مسجد بنانے کا اجر و ثواب

أبو حنيفة **عن** أبي معاوية عبد الله بن أبي أوفى -رضي الله عنه- أنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- يَقُوْلُ: " مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. "[1]

ترجمہ: "جو شخص رضائے الٰہی کے لیے تعمیر مسجد میں حصّہ لے، اگرچہ تیتر کے گھوسلے کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں ایک گھر کی تعمیر فرمائے گا۔"

تشریح: ۔ اس حدیث میں تعمیر مسجد میں حصہ لینے کی فضیلت کا بیان ہے۔ جنت میں اپنے لیے محل اور کوٹھی تعمیر کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کر دی جائے۔ اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ مسجد کی مکمل تعمیر اکیلا ایک ہی شخص کرے، بلکہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس میں جو شخص جتنا بھی حصّہ لے گا تو بارگاہِ خداوندی سے اس شخص کے حق میں اس پر جنت کے پورے ایک محل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اندازہ لگائیں کہ جب تھوڑا سا حصہ لینے پر یہ ثواب ہے تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر کتنا ثواب ہو گا، لہذا تعمیر مساجد میں حصہ لے کر اس عظیم ثواب کو حاصل کرنے کی کوشش ضرور کیجیے، خواہ ایک پنکھے یا ٹیوب لائٹ ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو۔

---

(۱) جامع مسانید الاِمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۸۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

حدیث نمبر ۵

نیکی پر رہ نمائی اور مظلوموں کی فریادرسی

أبو حنيفة -رحمه الله- **عن** أنس بن مالك -رضي الله عنه- **عن** النبي -صلى الله عليه وآله وسلم- أنَّه قَالَ: "الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ، وَاللهُ تَعَالَى يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ". (۱)

ترجمہ: "نیکی کی طرف بلانے والا خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے اور اللہ تعالی مصیبت زدوں کی مدد کرنا پسند فرماتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث پاک میں دو عظیم بشارتیں ہیں: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نیکی اور برائی بہر حال متعدّی ہوتی ہیں۔ نیکی اپنے اثرات چھوڑتی ہے اور گناہ اپنے اثرات دکھاتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ایک نیکی انسان کو دوسری نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور ایک گناہ انسان کو دوسرے گناہ کا راستہ بتاتا ہے۔ لہذا نیکی کا فائدہ صرف نیکی کرنے والوں کو ہی نہیں ہوتا بلکہ اس نیکی کا سبب بننے والا بھی اس فائدے میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ کا نقصان صرف گناہ کرنے والے کو ہی نہیں ہوتا بلکہ اس گناہ کا سبب بننے والا بھی اس گناہ اور نقصان میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔

مظلوم کو دیکھ کر اس کا مذاق اڑانا شرافت و مردانگی نہیں، بلکہ مردانگی تو یہ ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دے تاکہ آئندہ وہ کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ غیرت مندی تو یہ ہے کہ مظلوم کو جان و مال کا تحفظ دے اور شرافت یہ ہے کہ مظلوم کی عزت و آبرو کو اپنے اہل خانہ کی عزت سمجھے۔

---

(۱) جامع مسانید الاِمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۸۵، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

حدیث نمبر ۶

حصولِ اولاد کا بے نظیر نسخہ

أبو حنيفة **عن** جابر بن عبد الله الأنصاري -رضي الله عنه- أنَّه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إلىٰ رَسُوْلِ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا رُزِقْتُ وَلَداً قَطُّ وَلَا وَلِدَ لِي! قَالَ: ''فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ تُرْزَقُ بِهِمَا الْوَلَدُ؟'' قَالَ جَابِرٌ: فَكَانَ الرَّجُلُ يُكْثِرُ الصَّدَقَةَ فَوُلِدَ لَه تِسْعَةُ ذُكُوْرٍ۔(۱)

ترجمہ: ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ ! ﷺ میرے یہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم کثرتِ استغفار اور کثرتِ صدقہ سے غافل ہوکراب تک کہاں تھے؟، اس کی برکت سے تمھیں اولاد نصیب ہوگی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس آدمی نے کثرت سے صدقہ دینا (اور استغفار کرنا) شروع کردیا، لہٰذا اس کی برکت سے اس کے یہاں نولڑکے پیدا ہوئے۔

تشریح: یہ روایت سند اور متن دونوں کے لحاظ سے بہت اہم ہے: سنداً تو اس طرح کہ یہ امام ابو حنیفہ کی اس کتاب میں موجود آٹھ وحدانیات میں سے ایک ہے یعنی اس حدیث کو آپ نے براہ راست صحابیِ رسول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماعت فرمایا ہے، لہٰذا آپ کے اور نبی ﷺ کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ہے، جو کتب حدیث میں سب سے عالی سند ہے اور متناً اس طرح کہ اس میں اولاد آدم کے ایک بہت بڑے مسئلہ کو حل کردیا گیا ہے؛ کیوں کہ ہر شادی شدہ انسان کو اولاد کی خواہش ہوتی ہے، جس کی تکمیل کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ کسی نے سچ کہا: ''اولاد ایک ایسی چیز ہے کہ اگر ہو تو سر میں درد اور نہ ہو

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۸۷، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

تو دل میں درد رہتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے حصولِ اولاد کا نسخہ دو کام بتائے ہیں: ایک تو بکثرت استغفار کرنا؛ کیوں کہ خود قرآن کریم میں فرمایا گیا: " اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ "۔ (۱)

اور دوسرا کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا؛ کیوں کہ جب ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو جائے اور وہ متعلقہ آدمی کے حق میں دعا کر دے تو اللہ عزّ و جلّ اس کی دعا رد نہیں فرماتا۔

حدیث نمبر ۷

رزقِ حلال کی ترغیب

أبو حنيفة **عن** حماد **عن** سعيد بن جبير **عن** ابن عباس -رضي الله عنهما- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: "إِذَا مَاْتَ أَحَدُكُمْ مَغْمُوْماً مَّهْمُوْماً مِنْ سَبَبِ الْعِيَالِ، كَانَ أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ تَعَالىٰ مِنْ أَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ فِي سَبِيْلِ اللهِ." (۲)

ترجمہ: "جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال کے لیے رزقِ حلال کی فکر میں پریشان ہو کر انتقال کر جائے تو وہ اللہ کے نزدیک تلوار کی ان ہزار ضربوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے، جو راہِ خدا میں کسی کو لگتی ہے"۔

تشریح: دنیا میں ہر انسان اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی ضروریات کی تکمیل کے لیے محنت مزدوری کرتا ہے۔ گو محنت و مزدوری کی ہزاروں شکلوں میں سے وہ اپنے مناسب کسی بھی

(۱) نوح: ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

(۲) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳۰، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۹۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

شکل کو اختیار کرلے، تاہم یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر شخص اس دوڑ میں شریک ہے اور بعض لوگ اس دوڑ میں دوسروں سے آگے نکلنے کے لیے حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز بھی مٹاڈالتے ہیں۔

واضح رہے کہ رزق حرام کھانے کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً **''رزقِ حرام کھانے والے کی چالیس دن کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں''** وغیرہ وغیرہ۔

جب کہ اسی بھیڑ میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، جو اس محنت ومزدوری کو صرف ایک ذریعۂ معاش ہی نہیں سمجھتے بلکہ اپنے اہل خانہ کی حقوق کی ادائیگی کو ایک عظیم عبادت بھی سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں ہر مشقت پر اپنے پروردگار عالم سے اجرو ثواب کے امید وار بھی رہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ واقعۃً یہ اجرو ثواب کا کام بھی ہے بلکہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک میں تو ایک درجہ بڑھ کر یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پیار سے اپنی بیوی کے منھ میں لقمہ توڑ کر ڈالو گے تو پروردگار اس پر بھی تمھیں صدقے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۸

دل کی اصلاح

أبو حنيفة **عن** الحسن بن عبيد الله **عن** الشعبي **عن** النعمان بن بشير -رضي الله عنه- **عن** النبي -صلى الله عليه وآله وسلم- أنه قال: ''إنَّ فِي الإنْسَانِ مُضْغَةٌ إذَا صَلُحَتْ صَلُحَ بِهَا سَائِرُ الجَسَدِ، وَإذَا سَقُمَتْ سَقُمَ بِهَا سَائِرُ الجَسَدِ أَلَا ! وَهِيَ الْقَلْبُ''.[1]

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۱۴، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ بے عمل عالم ایک ایسا بیمار ہے، جس کے پاس دوا تو ہے، مگر علاج نہیں کرتا۔ ★

ترجمہ: ”بے شک انسان کے بدن میں گوشت کی ایک بوٹی ایسی ہے کہ اگر وہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور اگر وہ بیمار ہے تو سارا بدن بیمار ہے۔ سن لو! وہ دل ہے۔“

تشریح: انسان کے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا یعنی دل ایسا ہے کہ اگرچہ وہ چھوٹی سی گوشت کی ایک بوٹی ہے مگر اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر وہ درست اور ٹھیک ہے تو سارا بدن درست اور ٹھیک رہے گا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا؛ اس لیے کہ ہر اچھا برا خیال اور جذبہ اسی دل ہی میں پیدا ہوتا ہے اور بدن کا ہر ایک عضو اسی دلی خیالات و جذبات کے مطابق ہی اپنے عمل میں مشغول ہوا کرتا ہے تو گویا دل تمام اعضاے بدن کا حاکم بلکہ بادشاہ ہے۔ لہٰذا اگر دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو بدن کا ہر ہر عضو نیکی کے اعمال میں مشغول ہو جاتا ہے اور اگر دل میں بدی کا خیال پیدا ہوتا ہے تو جسم کی ایک ایک بوٹی گناہ کی حرکتوں میں مصروف عمل ہو جاتی ہے۔ پتا چلا کہ پورے بدن کی اصلاح و فساد کا دار و مدار قلب ہی پر ہے؛ اسی لیے تمام علماے شریعت اور اربابِ طریقت کا اس حقیقت پر اجماع و اتفاق ہے کہ قلب اشرف الاعضا بلکہ پورے بدن کا بادشاہ ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قلب کی اصلاح کرے۔

حدیث نمبر ۹

سب سے افضل عمل

أبو حنيفة **عن** أبي سفيان طلحة بن نافع **عن** جابر بن عبد الله قال: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ”الصَّلَاةُ فِي مَوَاقِيْتِهَا“.(۱)

ترجمہ: ”نبیِ اکرم ﷺ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا۔“

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۵، فصل:۱، ج:۱، ص:۲۹۷، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ بدترین شخص وہ ہے، جو توبہ کی امید پر گناہ کرتا ہے اور زندگانی کی امید پر توبہ۔ ★

تشریح: اس حدیثِ پاک کے مطابق وقت مقررہ پر نماز ادا کرنے کے عمل کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بعض احادیث میں غریبوں کو کھانا کھلانا یا جہاد و صدقہ وغیرہ کو افضلِ اعمال بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ سب سے افضل ہونا تو کسی ایک عمل کی خصوصیت ہو سکتی ہے، مختلف اعمال سب سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

شارحین حدیث نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں لیکن میں سب سے زیادہ آسان اور پسندیدہ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو جس حکمت اور بصیرت ودانائی کے خزانے سے مالا مال فرمایا تھا، انھیں بروقت کام میں لاکر موقع محل کے مطابق جواب دینا آپ کی خصوصیت بن چکا تھا اور آپ سائل کے حالات کو مد نظر رکھ کر اس کے سوال کا جواب ارشاد فرماتے تھے۔

بلا شبہ جس طرح کوئی اسپیشلسٹ ڈاکٹر ایک ہی مرض کے دو یا اس سے زیادہ مریضوں کا علاج ان کی طبیعت اور حالات سے واقف ہو کر مختلف طریقوں سے کرتا ہے، بالکل اسی طرح حضور ﷺ بھی سائل کے حالات کو مد نظر رکھ کر جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے میں سستی کرنے والے کے لیے وقتِ مقررہ پر نماز پڑھنا، والدین کے نافرمان کے لیے ان کی اطاعت کرنا اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنے والے کے لیے صدقہ وخیرات کرنا وغیرہ سب سے افضل عمل قرار دے دیا۔ غرضے کہ سائل کی رغبت وضرورت اور سوال کی نوعیت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ⑩

فجر وعشا کی جماعت پر انعامات

أبو حنيفة **عن** عطاء **عن** ابن عباس -رضي الله عنهما- قال: قال رسولُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- :"مَنْ شَهِدَ الْفَجْرَ وَالْعِشَاءَ فِي

جَمَاعَةٍ، كَانَتْ لَهُ بَرَآءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ، وَبَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ". [1]

ترجمہ: "جو شخص فجر اور عشا کی نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہوا، اس کے لیے دو قسم کی براءتیں لکھ دی جاتی ہیں: ایک نفاق سے براءت اور دوسری شرک سے براءت۔"

تشریح: شارحین اور فقہا نے مذکورہ حدیث میں فجر و عشا کی تخصیص کی بہت سی وجوہات بیان فرمایا ہے لیکن ان میں سب سے بہتر توجیہ یہ ہے۔ چوں کہ عشا کے وقت انسان دن بھر کا تھکا ہارا اپنے گھر لوٹتا ہے، اس لیے اس کی ہمت اس کا ساتھ نہیں دیتی، پھر شیطان کی تھپکی اور ڈراموں کی دل چسپی اس پر مستزاد ہوتی ہے اور فجر کے وقت انسان خواب غفلت میں مدہوش ہوتا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ کب مؤذن نے "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کی صدا بلند کی اور کب سورج نکل کر سر پر چڑھ آیا۔ پھر اسے یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ اگر میں فجر کے وقت اٹھ گیا تو نیند پوری نہیں ہوگی۔ دفتر میں جاکر نیند کے جھونکے آئیں گے اور اگر فجر کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تو وقت مقرر پر آنکھ نہیں کھلے گی۔

اس طرح کے بہانے انسان کے نزدیک ایسے قطعی اور مؤثر دلائل کی حیثیت رکھتے ہیں، جن میں سے ایک ایک بہانہ ہزاروں دلائل پر غالب ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر نفس اور شیطان کی ناراضگی اور دشمنی مول لے کر جو شخص نماز پڑھنے کے لیے متوجہ ہو، اسے اضافی انعام بھی ملنا چاہیے؛ چناں چہ اس حدیث میں دو انعامات ذکر کیے گئے ہیں: (۱) نفاق سے براءت یعنی اتنی مشقت برداشت کرنے والا شخص منافق نہیں ہو سکتا۔ (۲) شرک سے براءت یعنی اسلام کے رکن اعظم نماز سے اتنی محبت کرنے والا مشرک نہیں ہو سکتا۔

اسی مسانید کی ایک حدیث میں فجر و عشا پر جماعت کے ساتھ چالیس دن کی مداومت پر شرک و نفاق سے براءت اور دیگر کتب احادیث میں اس کے لیے جہنم سے

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۵، فصل:۶، ج:۱، ص:۴۲۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

آزادی کا پروانہ مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بالخصوص ان دونوں نمازوں اور بالعموم تمام نمازوں پر مداومت کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر کیے گئے اجر و ثواب کے وعدوں کو ہمارے حق میں بھی قبول فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ⑪

روزے کی عظمت

أبو حنيفة **عن** عطاء **عن** أبي صالح الزيات **عن** أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: "قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: يَقُوْلُ اللهُ تعالىٰ: "كُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ لَه إلّا الصَّوْمُ فَهُوَ لِي وَأنَا أجْزِيْ بِهٖ". (۱)

ترجمہ: "نبیِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لیے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود ہی دوں گا۔"

تشریح: احادیث طیّبہ میں ماہِ رمضان المبارک کے روزے کے سلسلے میں بہت ساری فضیلتیں وارد ہوئی ہیں: (۱) حضور تاجدارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر اس طرح ہے، جس طرح خدا کی بزرگی تمام مخلوقات پر ہے۔ (۲) جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے بروایتِ دیگر جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (۳) ماہ رمضان کی ابتدا میں رحمت، درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے۔ (۴) جنّت میں ۸/ دروازے ہیں: جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے، اس دروازے سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (۵) روزے دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک و عنبر سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ان کے

---

(۱) جامع مسانید الاِمام الأعظم، باب: ۷، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۴۶۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

علاوہ روزے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو کھانے، پینے اور جماع سے روکنے کے ذریعے دوسرے حیوانوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ روزہ وہ مہتم بالشان عبادت ہے جس کی وجہ سے روزے دار کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، دوزخ سے نجات کا پروانہ عطا کر دیا جاتا ہے، تمام مخلوق کی عبادتوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مذکورہ حدیث کی روشنی میں روزے کی بدولت روزے دار کو خود خالقِ کائنات مل جاتا ہے۔

حدیث نمبر ⑫

سب سے پسندیدہ نام

أبو حنيفة **عن** نافع **عن** ابن عمر -رضي الله عنهما- قال: كَانَ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- عَبْدَ اللهِ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ.(۱)

ترجمہ: ”نبیِ اکرم ﷺ کو سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن تھے“۔

تشریح: نام نہاد ترقی کے اس دور میں یہ فیشن بن چکا ہے کہ بچے کا نام ایسا ہونا چاہیے، جسے ادا کرنے کے لیے زبان کو پانچ مرتبہ موڑنا اور توڑنا پڑے اور اس سے پہلے وہ نام کسی نے نہ سنا ہو۔ فیشن کی اس دوڑ میں حصہ لینے والے یہ تک بھول جاتے ہیں کہ آیا اس نام کا کوئی معنی بھی ہے یا یہ مہمل (بے معنی) لفظ ہے؟ نیز یہ کہ اگر اس کا کوئی معنی ہے تو وہ صحیح بھی ہے یا غلط؟۔

فیشن کے ان جدید کارناموں سے واقفیت حاصل ہونے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ آخر نبیِ اکرم ﷺ نے عبداللہ اور عبدالرحمن جیسے ناموں کو پسند کیوں فرمایا؟ نیز بے معنی یا غلط معنی رکھنے والے یا اپنی بڑائی، پاکیزگی اور برتری ثابت کرنے والے ناموں کو

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۹۸، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ محبت کے لحاظ سے ہر باپ ”یعقوب“ اور حسن کے لحاظ سے ہر بیٹا ”یوسف“ ہے۔ ★

دوسرے ناموں سے تبدیل کیوں فرمادیا؟ اور اسی سے یہ اندازہ بھی ہوا کہ ایسی جدت جس کے غلط اثرات جدید نسل پر پڑیں، اس سے وہ قدامت ہی بہتر ہے، جس سے جدید نسل اچھے اثرات اخذ کرسکے؛ اس لیے کہ نام شخصیت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور ہمیں

حدیث نمبر ⑬

سب سے بہتر کون؟

أبو حنيفة وشعبة ومسعر وسفيان وقيس كلهم **عن** علقمة بن مرثد **عن** سعد بن عبيدة **عن** أبي عبد الرحمن السلمي **عن** عثمان بن عفان -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ". (۱)

ترجمہ: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور (دوسروں کو) سکھائے۔"

تشریح: قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرکے اسے دوسروں تک پہنچانا بڑے ہی اجر و ثواب اور سعادت مندی کا کام ہے۔ بہت سی احادیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے قرآن سیکھنے اور اسے دوسروں کو سکھانے والے کے لیے خیریّت کی ضمانت لی ہے۔ آج کے اس علمی پستی اور مغرب زدہ ماحول میں اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کو جہاں ایک جانب دنیاوی تعلیم سے روشناس کرائیں وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ انھیں دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کراکر عالمِ دین یا کم از کم حافظِ قرآن تو ضرور بنائیں، تاکہ سعادت دارین سے مالامال ہوں۔

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۲۲-۱۲۳، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

حدیث نمبر ⑭

مسلمان کے ساتھ خیر خواہی

أبو حنيفة **عن** زياد بن علاقة **عن** جرير بن عبد الله البجلي -رضي الله عنه- قال: بَايَعْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وآله وسلم- عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔(۱)

ترجمہ: ”جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکات دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں اعمال اسلام میں سے نماز اور زکات کا ذکر ہے۔ دوسری مفصل احادیث میں کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکات کا ذکر ایک ساتھ ہے۔ یہ سب اعمال خدا کی فرماں برداری کے خاص الخاص نشانات ہیں؛ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ارکان اسلام قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے۔ یہاں نماز سے عبادت بدنی اور زکات سے عبادت مالی مراد ہے۔

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا دینی بھائی سمجھے، اس کو ہر قسم کی تکلیفوں سے اپنی طاقت بھر بچائے رکھے، اس کی جان، مال اور ناموس کی حفاظت کرے۔ جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور حسد سے اپنا دل صاف رکھے۔ اس کے لیے وہی پسند کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جن چیزوں کو اپنے لیے ناپسند سمجھتا ہے، ان کو اس کے لیے بھی ناپسند سمجھے۔ شفیق بھائی بن کر اس کو اچھی باتوں کا حکم دیتا رہے اور بری باتوں سے روکتا رہے۔ غرض جہاں تک ہو سکے ہر مسلمان ایک دوسرے کی

(۱) جامع مسانید الامام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۱۲۶-۱۲۷، مطبع مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

مدد کرے نیز اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کوشش کرتا رہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کی ہر قسم کی نفع رسانی کرنا اور ہر مسلمان کو ہر قسم کی ضرر رسانی سے بچانا۔

"نصیحۃ" عربی میں بہت ہی جامع لفظ ہے کہ اس کے معنی کو ادا کرنے کے لیے عربی میں کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے، اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی یہ ایک ایسا عمل خیر ہے کہ اگر مسلمان اس تعلیم نبوی کو حرز جاں بنا کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کی کایا ایک دم پلٹ جائے اور مسلم معاشرہ آرام و راحت اور سکون و اطمینان کا ایک ایسا گہوارہ بن جائے کہ دنیا ہی میں بہشت کے سکون و اطمینان کا جلوہ نظر آنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہوں کو چھوڑنے اور اعمال صالحہ کے کرنے پر بیعت لینا حضور علیہ السلام کی سنت ہے اور مشایخ کرام کی "بیعت طریقت" در حقیقت اسی مقدس سنت پر عمل ہے۔

حدیث نمبر ⑮

ہر بھلائی صدقہ ہے

أبو حنيفة عن عطاء عن جابر -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: كُلُّ مَعْرُوفٍ فَعَلْتَهُ إِلٰى غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ صَدَقَةٌ. (۱)

ترجمہ: "ہر اچھا کام (نیکی) جو تم کسی مال دار یا محتاج کے ساتھ کرو، وہ صدقہ ہے۔"

تشریح: کتاب و سنت میں فرض زکات کے علاوہ نفلی طور پر بھی صدقات و خیرات کی خوب ترغیب وارد ہوئی ہے اور اس کے فضائل بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۹۶، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

اس طرح کے فضائل پڑھ اور سن کر ایک غریب آدمی بڑی دل شکستگی کا شکار ہوتا ہے؛ کیوں کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے کے لیے میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں، لہذا میں تو اس ثواب سے محروم رہوں گا۔

سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی امت کے غربا کو بھی ایک ایسا طریقہ بتا دیا جسے اختیار کر کے وہ راہ خدا میں روپے پیسے لٹانے کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسے سڑک پار کرانا، گھر سے کھانا لا کر دینا، میڈیکل اسٹور سے دوا لا کر دینا، کوئی سنت یا دین کی بات بتا دینا۔ شریعت نے اس نوعیت کی تمام چیزوں کو صدقہ شمار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کاموں میں بلاتخصیص ہر امیر و غریب کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات امیر کو زیادہ ہوتی ہے۔

دیکھیے! کوئی نیکی چھوٹ نہ جائے۔

حدیث نمبر ⑯

لوگوں کا شکریہ ادا کرنا

أبو حنيفة عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: " لَاْ يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ ". (۱)

ترجمہ: "وہ شخص اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔"

تشریح: اس حدیث پاک سے واضح پر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں احسان فراموشی کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ ایک قابل مذمت چیز ہے، نیز شریعت یہ چاہتی

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۱۰۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

ہے کہ انسان دوسروں کے احسانات کا اعتراف کرے تاکہ اس کے دل میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ جب کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم لوگ کسی کا احسان ماننا اور اس کا اعتراف کرنا تو بڑی دور کی بات ہے، اس مہربانی اور احسان کو بھی کسی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور ذاتی مفاد تصور کرتے ہیں؛ حالاں کہ یہ تو قرآن کا اصول ہے: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ '' (ابراہیم:۷)

فائدہ: اگر کوئی شخص یا معاشرہ ایسے آداب اور زریں اصول کی پاسداری کرنا شروع کردے تو اس کے مثالی ہونے میں کسی کو کوئی شبہہ نہیں رہے گا۔

حدیث نمبر ⑰

نیکی اور گناہ کا حکم

أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر -رضي الله عنهما- قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: ''الْبِرُّ لَا يَبْلٰى، وَالْإِثْمُ لَا يُنْسَىٰ''. (۱)

ترجمہ: ''حضور نبیِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا''۔

تشریح: حضور نبیِ مکرّم، سرورِ عالم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا یہ ارشاد ''جوامع الکلم'' میں سے ہے۔ نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ الفاظ مختصر ہوں اور ان کے معانی و مفاہیم لامحدود وسعتوں کے حامل ہوں؛ چناں چہ آپ خود ہی غور کر لیجیے کہ ''نیکی پرانی نہیں ہوتی'' کتنا پیارا اور مختصر جملہ ہے اور اپنے اندر کتنی گہرائی رکھتا ہے کہ نیکی ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتی ہے، پرانی ہو کر مرجھا نہیں جاتی یعنی لوگوں میں اس کا

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۹۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

اچھا تذکرہ ہمیشہ رہتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ نیکی ایک لازوال دولت ہے، جو اپنے ساتھ ساتھ نیکی کرنے والے کو بھی لازوال بنا دیتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے حافظے سے کسی گناہ اور گناہ گار کو بھلایا نہیں جا سکتا یعنی لوگ ہمیشہ ان دونوں سے نفرت کرتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ کسی یتیم کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا، کسی بیوہ کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والا، والدین کی نافرمانی، اپنی بیوی اور اولاد کے ساتھ برا سلوک، اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق، سود، رشوت اور جوے کے ذریعے دولت کے انبار اکھٹا کرنے والا اور شراب وشباب کی رنگین محفلوں میں جانے والا کبھی بھی اچھے لفظوں سے یاد نہیں کیا جاتا۔

اور دوسری تقریر اس حدیث کی یہ ہے کہ نیکو کار کو اس کی نیکی کی جزا اور گناہ گار کو اس کے گناہ کی سزا ضرور مل کر رہے گی؛ اس لیے کہ بارگاہ نبوت کا یہ ضابطہ ہے کہ کوئی نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔

حدیث نمبر ⑱

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

أبو حنيفة عن عبد الرحمن بن حزم عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- أنه قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: " مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ، وَمَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّ خِيَارَ أُمَّتِيْ لَنْ يَّنَامُوْا إِلَّا قَلِيْلاً". (۱)

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبریل پڑوسیوں کے بارے میں مجھے مسلسل بھلائی کا حکم سناتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ اسے وارث بنادیں گے اور مسلسل قیام اللّیل کا حکم سناتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۰۰، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ خوشی بیٹی کی طرح گھر میں پلتی ہے اور جب جوان ہو جائے تو رخصت کر دی جاتی ہے۔ ★

میری امت کے بہترین لوگ (اولیاے کرام) رات کو بہت تھوڑا سو سکیں گے“۔

تشریح: اس حدیث میں بارگاہ الٰہی سے حضرت جبرئیل کے ذریعہ دو چیزوں کی تاکید کا ذکر بکثرت آیا ہے: ایک تو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا اور دوسرے قیام اللیل یعنی تہجّد کا۔ ان میں سے پہلی چیز کا تعلق حقوق العباد اور دوسری کا حقوق اللہ سے ہے۔

اس تقدیم و تاخیر میں نکتہ یہ ہے کہ حقوق العباد کو واضح کیا جائے؛ کیوں کہ اکثر لوگ اس میں بہت کوتاہی کرتے ہیں، انھیں میں سے چند حقوق پڑوسیوں کے بھی ہیں: جیسے ہر مسلمان اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتا رہے یعنی ان کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر ان کی ہم دردی و غم خواری اور دست گیری و جاں نثاری کرے۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی تیمار داری کرے۔ اگر وہ ملاقات کو آئیں تو ان کی خاطر داری کرے۔ اگر وہ غائب ہوں تو ان کی خانہ داری کرے۔ اگر وہ مفلس و محتاج ہوں تو ان کی امداد و عیال داری کرے۔ اگر وہ بھوکے ہوں تو انھیں کھانا کھلائے۔ اگر ان کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے کا انتظام کرے۔ اگر ان پر کوئی آفت و مصیبت پڑ جائے تو ان کی امداد و اعانت اور نصرت و رفاقت کرے۔ غرض ہر معاملے میں پڑوسی کے ساتھ بہترین برتاو کرے۔

حدیث نمبر ⑲

مریض کے لیے دعا کیسے کریں؟

أبو حنيفة **عن** منصور **عن** إبراهيم **عن** مسروق **عن** عائشة -رضي الله عنها- قالت: لقد كان رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- إِذَا أَتَى الْمَرِيْضَ يَدْعُو لَهُ يَقُوْلُ: ”أَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي! اِكْفِ أَنْتَ الكَافِي، قَالَ لَاشِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَمًا“.[1]

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۲، ج: ۱، ص: ۱۶۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

ترجمہ: ”نبی اکرم ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو اس (مریض) کے لیے اس طرح فرماتے: اے لوگوں کے رب! اس کی تکلیف دور فرما۔ اسے شفا عطا فرما؛ کیوں کہ تو ہی شفا بخشنے والا ہے۔ اس کی کفایت فرما؛ کیوں کہ تو ہی کفایت فرمانے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، ایسی شفا جو مرض کا نام و نشان تک نہ چھوڑے (یعنی مکمل ختم کردے)۔“

تشریح: اس حدیث پاک سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب بھی ہم کسی مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو اس سے ایسی باتیں کریں، جس سے وہ خاموشی کی مُہر توڑنے پر مجبور ہو جائے اور اس کے لبوں سے مسکراہٹوں کا فوّارہ پھوٹنے لگے۔ اس کی ضروریات کی تکمیل میں اس کے ساتھ تعاون کریں اور اگر کچھ بھی نہ کر سکیں تو کم از کم اس کی صحت کے لیے دعا ہی کر دیں تاکہ اسے کچھ تو آس ہو اور اس کی ڈھارس بندھے۔

حدیث نمبر ۲۰

مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے

أبو حنيفة **عن** شيبان **عن** عبد الملك عمن حدثه **عن** أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: ”مَنِ اسْتَشَارَكَ فَأَشِرْهُ بِالرُّشْدِ , فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَقَدْ خُنْتَهُ“.[1]

ترجمہ: ”جو شخص تم سے مشورہ مانگے تو اسے اچھا مشورہ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس سے خیانت کی۔“

تشریح: پوری دنیا میں ہمیشہ یہ اصول کار فرما رہا ہے کہ انسان جس پر اعتماد کرتا ہے، اسی سے اپنے دل کی بات کہتا ہے اور اسی سے اپنے نجی و ذاتی معاملات میں مشورہ کرتا

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۳۰، ۱۱۱، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

ہے لیکن اگر حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو دوسرے کے اعتماد پر کھرے اترنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم جس سے اپنے دل کی بات کہتے ہیں، وہ دوسروں کے سامنے اس کی تشہیر کرتا پھرتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے درمیان باہمی اعتماد ختم ہوگیا اور دوستی کے پیمانے بدل گئے۔ اگر ہم کسی کے اعتماد پر کھرے نہیں اتر سکتے یا کسی کو صحیح مشورہ نہیں دے سکتے تو کیا ہم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ ہم اس سے معذرت کرلیں تاکہ ہم سے خیانت جیسے بھیانک جرم کا ارتکاب نہ ہوسکے۔

حدیث نمبر ۲۱

افضل ترین جہاد

أبو حنيفة عن علقمة بن مرثد عن ابن بريدة عن أبيه أن رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- قال: "أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ". (۱)

ترجمہ: "افضل ترین جہاد کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے"۔

تشریح: میدان جہاد میں دادِ شجاعت دینے والا بعض اوقات جامِ شہادت نوش کر کے امر ہوجاتا ہے اور اکثر اوقات غازی بن کر واپس لوٹ آتا ہے، جب کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق کہنے کی سزا موت کے سوا کچھ اور نہیں ہوتی؛ اس وجہ سے اسے افضل ترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔

الحمدللہ! اُمّتِ مصطفیٰ میں ہمیشہ میدان جہاد میں جام شہادت نوش کرنے والے افراد بھی موجود رہے ہیں اور حجاج بن یوسف جیسے ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳۰، ج:۲، ص:۲۹۶، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

کا فریضہ ادا کرنے والے حق گو اور بے باک حضرات بھی۔ خواہ مامون کے دربار میں امام احمد بن حنبل ہوں یا اکبر و جہاں گیر کے نرغے میں مجدد الف ثانی۔ ان کی ایک للکار ایوانِ کفر پر لرزا طاری کر دیتی ہے اور ایک پکار پوری قوم کے لیے حیاتِ نو کا سہارا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خو، ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۲۲

بیماری میں بھی اجر

أبو حنيفة **عن** علقمة بن مرثد **عن** ابن بريدة **عن** أبيه -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: "إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ وَهُوَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ: أُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ مِثْلَ أَجْرِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ مَّعَ أَجْرِ الْبَلَاءِ". (1)

ترجمہ: "جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے اور وہ نیکی کے کچھ کام پہلے سے کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے اسی کے برابر اجر لکھ دو، جتنا وہ تندرستی کی حالات میں عمل (نیکی) کرتا تھا، جو اس مصیبت کے اجر کے علاوہ ہو"۔

تشریح: دنیا کی اس مختصر اور ناپائیدار اور زندگی میں ہر انسان پر کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آتی ہے اور ہر آدمی کسی نہ کسی پریشانی کا شکار ضرور ہوتا ہے؛ چناں چہ سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان ایسے مواقع پر دل شکستہ ہو اور نہ تقدیر پر اعتراض کرے، بلکہ یہ سوچے کہ اس بیماری میں بھی کچھ کیے بغیر ہی مجھے ان اعمال صالحہ کا اجر و ثواب برابر مل رہا ہے، جو میں صحت کی حالت میں کرتا تھا اور یہ کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میرا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اگر میں اس امتحان میں کامیاب ہو گیا تو انعام کے طور پر مجھے ایسے بلند و بالا مقامات عطا فرمائے جائیں

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۲، ج: ۱، ص: ۱۷۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

گے، جہاں تک میری رسائی اپنے اعمال کے سہارے کبھی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ مثبت سوچ انسان کو جزع فزع سے بھی محفوظ رکھے گی، ہر ایک کے سامنے اپنے دکھڑے سنانے سے بھی بچائے گی اور تقدیرِ خداوندی پر اعتراض کی راہ میں بھی رکاوٹ بنے گی۔

فائدہ: بیماری کی حالت میں اجر و ثواب ملنا، یہ محض فضلِ الٰہی کی بنیاد پر ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ پریشانی اور بیماری وغیرہ کی حالت میں بے صبری اور خدا کی ناشکری ہرگز نہ کرے بلکہ ہر حال میں صابر و شاکر رہے۔

حدیث نمبر ۲۳

قبر میں بھی ثواب

أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال: ثَلَاثَةٌ يُوْجَرُ فِيْهِنَّ: الْمَيِّتَ بَعْدَ مَوْتِهِ وَلَدٌ يَدْعُوْ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ فَهُوَ يُوْجَرُ فِيْ دُعَائِهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا يَعْمَلُ بِهِ وَيُعَلِّمُهُ النَّاسَ فَهُوَ يُوْجَرُ عَلٰى مَا عَمِلَ وَعَلَّمَ، وَرَجُلٌ تَرَكَ أَرْضًا صَدَقَةً. (۱)

ترجمہ: ”تین چیزیں ایسی ہیں جن کے سبب میت کو موت کے بعد بھی اجر دیا جاتا ہے: ایسی اولاد جو اس کی موت کے بعد اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے، تو اسے اس دعا کے سبب اجر دیا جاتا ہے۔ وہ شخص جس نے علم سیکھ کر اس پر عمل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا، تو اسے اس کے عمل کرنے اور سکھانے پر اجر دیا جاتا ہے۔ وہ شخص جس نے صدقۂ جاریہ کے طور پر کوئی زمین چھوڑی۔“

تشریح: انسان جب تک زندہ رہتا ہے، قسم قسم کے اعمال صالحہ کرتا رہتا ہے اور اس کو اس کے نیک اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے مگر جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال

---

(۱) جامع مسانید الاِمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۹۳، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، جس سے اس کے اجر و ثواب کا سلسلہ بھی کٹ جاتا ہے لیکن تین آدمی ایسے خوش نصیب ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے اعمال کے اجر و ثواب کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور ان کی قبروں میں ثواب برابر پہنچتا رہتا ہے۔

ان میں سے پہلا شخص تو وہ ہے، جس نے اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت دے کر نیک اور صالح بنا دیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کے لیے جو ایصال ثواب اور دعاے مغفرت کرتی رہے گی تو اس کا اجر و ثواب اس کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔

دوسرا وہ شخص ہے جو کوئی ایسا علم چھوڑ کر مرا ہو جس سے امت رسول کو نفع حاصل ہوتا ہو، مثلاً: کسی کو علم دین سکھایا ہو، یا کوئی مفید دینی کتاب لکھ کر مر گیا ہو، جس سے لوگ دینی فائدہ حاصل کریں۔ تو جس طرح علم دین پڑھنے پڑھانے والوں کو ثواب ملے گا، اسی طرح اس شخص کی قبر میں اسے بھی اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

تیسرا وہ شخص ہے، جو اپنی زندگی میں کوئی زمین، جائداد وقف کر کے مرا ہو، جسے صدقۂ جاریہ کہتے ہیں۔ مثلاً مسجد، مدرسہ، کنواں، سرائے، مسافر خانہ، پُل یا دینی کتب خانے وغیرہ کی عمارت یا کسی اور کارِ خیر کے لیے کوئی جائداد وقف کر دینا، یا دینی کتابوں کو وقف کر دینا کہ علماے کرام و طلبۂ عظام ان سے علمی فائدہ حاصل کریں۔ تو اگرچہ وہ مر کر قبر میں سو رہا ہے اور کوئی عمل نہیں کر رہا ہے مگر اس کے صدقۂ جاریہ کا ثواب اسے ہر لمحہ ملتا رہے گا۔

خداوندِ کریم ہر مسلمان کو دنیا میں ان تینوں اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔ آمین

حدیث نمبر ۲۴

کسی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت

أبو حنيفة عن واثلة بن الأسقع عن النبي -صلى الله عليه وآله وسلم- أنه قال: "لا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيُعَافِيْهُ اللهُ، وَيَبْتَلِيْكَ".[1]

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۸۶، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ دنیا جس کے لیے قید ہے، قبر اس کے لیے آرام گاہ ہے۔ ★

ترجمہ: ”اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار ہرگز نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے تو عافیت بخش دے اور تمھیں اس میں مبتلا فرمادے۔“

تشریح: اللہ سے ڈرنے والے لوگ تو اپنے دشمن کی تکلیف اور مصیبت پر خوشی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس پر غمگین ہوتے ہیں اور اپنے لیے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں اور اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے بچنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے خالی ہوں؛ اگرچہ دیکھنے والے ان کی نمازوں سے دھوکہ کھا جائیں، وہ اپنے حقیقی بھائی کی پریشانی میں بھی خوشی کے شادیانے بجاتے اور بتاشے بانٹتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک ہستی ایسی بھی ہے جو میری خوشیاں چھین کر میرے بھائی کو خوشیوں سے مالا مال کر سکتی ہے اور اس کی پریشانیاں اس سے دور کر کے مجھ پر مسلّط کر سکتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے واقعات حد و شمار سے باہر ہیں، جن میں حالات بدلتے دیر نہیں لگی؛ اس لیے انسان کو ہر لمحہ اللہ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۲۵

حدیث گڑھنے والا جہنمی ہے

أبو حنيفة عن الزهري عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- قال: ” مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ “.[1]

ترجمہ: ”جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے، وہ اپنا ٹھکانہ

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۹۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

جہنم میں بنالے“۔

تشریح: خود جھوٹ بولنا یا کسی دوسرے کی طرف جھوٹ کی نسبت کر دینا (بلا کسی شرعی مصلحت کے) ہر جگہ ہر حال میں ہر شخص کے لیے ناجائز و حرام اور گناہِ کبیرہ ہے لیکن حضور ﷺ کی طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کرنا یعنی حضور ﷺ نے جس بات کو نہیں فرمایا، اس بات کے بارے میں جھوٹ موٹ یہ کہنا کہ یہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو یہ تمام بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا ہے اور بلا شبہہ اس گناہ کا مرتکب قہر قہار وغضب جبار کا سزاوار اور عذابِ نار کا حق دار ہے۔

حدیث نمبر ۲۶

منکرینِ تقدیر کا حکم

أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر -رضي الله عنهما- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: "يَجِيءُ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ: لَا قَدْرَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مِنْهُ إِلَى الزَّنْدَقَةِ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، وَإِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَّاتُوا فَلَا تَشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ، فَإِنَّهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ، وَمَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، حَقٌّ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِهِ." (۱)

ترجمہ: ”ایک قوم ایسی آئے گی جو یہ کہے گی کہ تقدیر کچھ بھی نہیں ہے، پھر وہ ایمان سے نکل کر زندیق (لا مذہب) ہو جائے گی، لہذا جب تم ان سے ملاقات کرو تو انھیں سلام نہ کرو۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو؛ کیوں کہ وہ دجال کا گروہ اور اس امّت کے مجوس ہیں،

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳، فصل:۲، ج:۱، ص:۱۴۴، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے ہوتی ہے اور عقل مند کی زبان اس کے عقل کے پیچھے۔ ★

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ حکم طے ہو گیا ہے کہ وہ انھیں جہنّم میں مجوسیوں کے ساتھ اکٹھا فرمائے گا۔"

تشریح: ابتدائے اسلام میں قدریہ ایک فرقہ گزرا ہے، جس کا یہ کہنا تھا کہ تقدیر کی کوئی حیثیت نہیں۔ انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے، اپنے فیصلوں میں خود مختار ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اس اعتبار سے ہر انسان خالق کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ ہر انسان کوئی نہ کوئی کام تو انجام دیتا ہی ہے۔ یہی حال مجوسیوں کا بھی ہے، جو خدا کو دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اَہرمَن کا نام دیتے ہیں۔ اس مناسبت کی وجہ سے قدریہ اس امت کے مجوس قرار دیے گئے ہیں۔

اس حدیث سے تقدیر پر ایمان لانے کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص تقدیر کا منکر ہو تو انسانیت کے ناطے اس کے وہ حقوق بھی ادا کرنا منع ہیں، جو دوسرے کفار کے حق میں ممنوع نہیں؛ چناں چہ کافر سے بیمار ہونے پر اس کی بیمار پرسی کی ممانعت کسی حدیث میں نہیں کی گئی لیکن قدریہ کی بیمار پُرسی سے روک دیا گیا۔ انھیں سلام کرنے، ان کی بیمار پُرسی کرنے اور ان کے جنازوں میں شرکت کرنے پر پابندی لگا دی گئی، نیز انھیں دجال کے اعوان وانصار میں سے قرار دے کر ان سے بچنے کی تلقین کی گئی بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر انھیں زندیق قرار دیا گیا، جو واجب القتل ہے۔

حدیث نمبر ۲۷

شراب کی حرمت

أبو حنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير عن ابن عمر -رضي الله عنهما- أَنَّهُ قَالَ: لُعِنَتِ الْخَمْرُ وَعَاصِرُهَا، وَمُعْتَصِرُهَا، وَسَاقِيْهَا وَشَارِبُهَا، ومُشْتَرِيْهَا.[1]

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳۰، ج:۲، ص:۱۸۷، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

ترجمہ: ”شراب، اس کے نچوڑنے والے، نچوڑوانے والے، پلانے والے، پینے والے، بیچنے والے، اور خریدنے والے (ان سب) پر لعنت کی گئی ہے۔“

تشریح: حدیثِ پاک کا معنی بالکل واضح ہے۔ اس میں شراب اور اس سے متعلق تمام افراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانیت کے لیے ناپسندیدہ اور ملعون قرار دیے گئے ہیں۔

دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کرنے والے شراب نوشی کے اس عمل میں جتنے بھی افراد جس بھی حیثیت سے شامل ہیں، وہ سب اللہ کی رحمت سے دور اور اس کے غضب سے قریب ہیں۔ اس سلسلۂ لعنت میں داخل ہونے والا کوئی بھی شخص بغیر سچّی اور پکّی توبہ کے رحمتِ الٰہی سے فیض یاب نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ یہ ساری چیزیں شیطان کو راضی اور رحمٰن کو ناراض کرنے والی ہیں۔

حدیث نمبر ۲۸

دھوکے کی مذمت

أبو حنيفة عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر -رضي الله عنهما- قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: ’ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ.‘[۱]

ترجمہ: ”خرید وفروخت میں دھوکہ دینے والا، ہم میں سے نہیں ہے“۔

تشریح: پانچ وقت صفِ اول میں امام کعبہ کے عین پیچھے حرم کعبہ میں کھڑے ہو کر روزانہ نماز پڑھنے والا، نمازِ تہجد کی پابندی کرنے والا، ماہِ رمضان میں لائن لگا کر زکات تقسیم کرنے والا، افطاری میں وسیع وعریض دستر خوان بچھانے والا، بیس بیس مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والا جب تجارتی معاملات میں آتا ہے تو دو نمبر چیز پر جعلی لیبل لگا کر اسے ایک نمبر چیز کی قیمت پر فروخت کرتا ہے، نقلی چیز کو اصلی قرار دے کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، ایک روپے کی چیز کو دس روپے میں فروخت کرتا ہے، اشیاے

(۱) جامع مسانید الاِمام الأعظم، باب:۹، فصل:۲، ج:۲، ص:۲۰، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ جھوٹے سے ہمیشہ دور ہی رہیں؛ کیوں کہ وہ آپ کو ہمیشہ دھوکے میں رکھے گا۔ ★

خورد نوش میں ملاوٹ کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی ان تمام نمازوں، روزوں، افطاریوں، زکاتوں۔ اور حجوں کا اسے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا؛ کیوں کے دھوکے باز انسان بالخصوص تجارتی معاملات میں دھوکہ دینے والا نبی ﷺ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔

اے کاش! ہم فرائض وواجبات کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ معاملات کی درستگی پر بھی اپنی پوری توجہ مرکوز کر سکیں۔

حدیث نمبر ۲۹

سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت

أبو حنيفة عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي -رضي الله عنه- قَالَ: "لَعَنَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم- آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ."[۱]

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"

تشریح: ربا یعنی سود حرامِ قطعی ہے۔ اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرام سمجھ کر اس کا ارتکاب کرنے والا فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔ عقدِ معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے بدلے میں کچھ نہ ہو، تو یہ سود ہے۔ شریعت نے اس طریقۂ کار پر پابندی لگاتے ہوئے اسے سود کا نام دیا، اسے حرام قرار دیا اور سودی کاروبار کو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا سبب قرار دیا ہے۔

لہذا شریعت نے یہ اصول وضع کیا کہ قرض خواہ تو اپنے قرض کی رقم میں اضافے کا مطالبہ کر کے ظلم کر ہی رہا ہے لیکن مقروض بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اور اس سے احتجاج نہ کر کے اس ظلم میں برابر کا شریک ہو رہا ہے؛ اسی لیے قرض خواہ کے ساتھ ساتھ مقروض بھی رحمتِ الٰہی سے دور اور لعنت کا مستحق ہے۔

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۹، فصل:۲، ج:۲، ص:۲۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

حدیث نمبر ۳۵

متکبر کا انجام

أبو حنيفة **عن** إبراهيم بن محمد بن المنتشر **عن** مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، أَنَّهُ بَلَغَهُ "أَنَّ الْمُتَكَبِّرَ رَأْسُهُ بَيْنَ رِجْلَيْهِ ، فِي تَابُوتٍ مِنْ نَارٍ مُقْفَلٍ عَلَيْهِ ، فَلَا يَخْرُجُ مِنَ التَّابُوتِ أَبَدًا فِي النَّارِ." (۱)

ترجمہ: "محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ انھیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ متکبر (گھمنڈی) کا سر اس کے دونوں پاؤں کے درمیان آگ کے ایک تابوت میں ہوگا، جس میں اسے بند کر دیا جائے گا تو وہ آگ کے اس تابوت سے کبھی نہ نکل سکے گا۔"

تشریح: تکبر کی سزا کی یہ نوعیت اس لیے ہے کہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے کا بھوت سب سے پہلے دماغ میں سوار ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے یہ خناس انسان کے پورے وجود پر طاری ہوجاتا ہے؛ اس لیے تکبر کا اصل مرکز دماغ اور سر ہوا۔ تکبر کرنے والا شخص قیامت کے دن اپنے ہی سر کو خود اپنے ہی قدموں تلے روندنے پر مجبور ہوجائے گا اور اپنی ذلت کا اقرار خود ہی کرے گا۔ پوری دنیا کے سامنے اس ذلّت آمیز عذاب سے بچنے کے لیے کیا سب سے بہتر طریقہ یہ نہیں کہ انسان اپنی حقیقت پر غور کرے کہ تو ہے کیا؟۔ اگر ساری چیزیں چھوڑ کر انسان صرف اس نکتے کو اپنے سامنے رکھ لے تو اس دل دہلا دینے والے عذاب سے محفوظ ہوجائے۔

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۹۰، مطبع مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

حدیث نمبر ۳۱

محبت میں فریفتگی

أبو حنيفة عن عبد الله بن أبي أنيس -رضي الله عنه- صاحب رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- أنه قال: "حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصِمُّ".[1]

ترجمہ: "کسی شی کی محبت تمھیں اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔"

تشریح: محبت ایک ایسا پاکیزہ جذبہ ہے، جو مال ودولت، عہدہ ومنصب اور حسن وجمال کا محتاج نہیں ہوتا۔ اب دنیا سے محبت رخصت ہوگئی ہے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت حرص ولالچ اور ہواو ہَوَس کو محبت سمجھ بیٹھے ہیں۔ لیکن اگر اس حرص وطمع سے پُر تعلق کو سچی محبت کی شکل دے دی جائے تب بھی حدیث کا مدعا واضح ہے کہ لوگ اس کی خاطر ہر چیز سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں اور کسی ناصح کی نصیحت سن کر بھی ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں تک کو فراموش کردیتے ہیں، اپنی عزت وآبرو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ یہ پیغمبر اسلام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صداقت ہے، جو ہمیں کھلی آنکھوں سے نظر آرہی ہے۔

حدیث نمبر ۳۲

مومن کی فراست

أبو حنيفة **عن** عطية العوفي **عن** أبي سعيد الخدري -رضي الله عنه- **عن** النبي -صلى الله عليه وآله وسلم- أَنَّهُ قَالَ: "اتَّقُوا فِرَاسَةَ

---

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب:۳، فصل:۱، ج:۱، ص:۸۷، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ بزدل سے ہمیشہ دور ہی رہیں کہ وہ مشکل وقت پڑنے پر آپ کو ہلاکت میں چھوڑ کر رفوچکر ہوجائے گا۔ ★

الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ".[1]

ترجمہ: "مومن کی فراست سے ڈرو، کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

تشریح: اس حدیثِ پاک میں اولیاء کرام کی ایک عظیم خصوصیت کا ذکر ہے۔ فراست ایک ایسے باطنی نور کا نام ہے، جس کی روشنی اور چمک سے انسان ظاہر کے حالات و حقائق پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس نور کے اثرات کا مشاہدہ بعض اوقات لوگوں کو بھی ہوتا ہے؛ چناں چہ اولیاے اللہ کی کرامات اسی قبیل سے ہیں، جس پر بے شمار واقعات شاہد عدل ہیں۔ لیکن یہ چیزیں یوں ہی نہیں حاصل ہو جاتی بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مضبوط ترین تعلق اور کسی اہلِ دل کی دیرینہ صحبت بہت ضروری ہے۔

حدیث نمبر ۳۳

اہلِ ذکر کا بلند مقام

أبو حنيفة عن علي بن الأقمر عن الأغر عن النبي -صلى الله عليه وآله وسلم-: أنه مر بقوم يذكرون الله تعالى فقال: "أَنْتُمْ مِنَ الَّذِينَ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ ، وَمَا جَلَسَ عِدَّتُكُمْ مِنَ النَّاسِ يَذْكُرُونَ اللهَ إِلاَّ حَفَّتْهُمُ الْمَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ".[2]

ترجمہ: "حضور ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا، جو ذکرِ الٰہی میں مشغول تھی۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: تم ہی وہ لوگ ہو، جن کے متعلق مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ لگائے رکھوں اور تم جیسے لوگ جہاں بھی مجلس لگا کر ذکرِ الٰہی کرتے ہیں تو فرشتے انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، رحمت خداوندی انھیں اپنے سائے میں لے

---

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۲، ج: ۱، ص: ۱۸۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

(۲) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۱، ج: ۱، ص: ۱۰۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود ملأِ اعلیٰ کے فرشتوں سے کرتا ہے"۔

تشریح: اس حدیث پاک سے ذکر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، جس سے بعض اوقات یہ اشکال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مقصد یہاں ایسی روایت کو ذکر کرنا ہے، جن سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہو، جب کہ اس حدیث میں علم کی نہیں بلکہ ذکر کی فضیلت ہے۔ اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں ذکر بول کر علم مراد ہے اور مجازاً ایسا کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں، بالخصوص جب کہ ان دونوں میں کوئی منافات بھی نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے یہ روایت مختصراً منقول ہے، اس کی تفصیل حدیث کے ان دوسرے طرق سے ہوتی ہے، جن کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو وہاں آپ نے دو حلقے لگے ہوئے دیکھا: ایک حلقے کے لوگ ذکر و تلاوت میں مشغول تھے اور دوسرے حلقے کے لوگ علم و تحصیل علم میں مشغول تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی تحسین فرمائی اور پھر تحصیلِ علم میں مشغول حلقے کے لوگوں کے پاس جا کر یہ کہتے ہوئے رونق افروز ہو گئے کہ مجھے بھی معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس دوسرے طریق کو ملانے سے علم کی فضیلت بھی واضح ہو جاتی ہے اور ذاکرین کی اہمیت بھی برقرار رہتی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا مرکز ہوتے ہیں، اس نورانی مجلس کو فرشتے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر فرماتا ہے، جس سے فرشتوں کی نگاہوں میں ان لوگوں کا مقام اور مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۴

ارکانِ اسلام

أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله بن

مسعود -رضي الله عنه- قال: جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صُورَةِ شَابٍّ عَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيَاضٌ، فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ" أَدْنُو؟ فقال: ادْنه! فَدَنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: "الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ" قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَتَعَجَّبْنَا لِقَوْلِهِ: صَدَقْتَ كَأَنَّه يَدْرِيْ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ؟ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-:"إِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ، وَصَوْمَ رَمْضَانَ، وَغَسْلَ الْجَنَابَةِ".» قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَتَعَجَّبْنَا لِقَوْلِهِ: صَدَقْتَ كَأَنَّه يَدْرِيْ، ثم قال: "فما الْإِحْسَانِ قَالَ: "أَنْ تَعْمَلَ للّٰه كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" قَالَ: صَدَقْتَ ، ثُمَّ قَالَ: فَمَتٰى قَيَامُ السَّاعَةِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-: "مَهْ مَهْ؛ مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمِ مِنَ السَّائِلِ". فَقَفَّا، فَقَالَ النَّبِيُ -صلى الله عليه وآله وسلم-: "عَلَيَّ بالرجل" فطلبناه فلم نر أثره، فأخبرنا النبي -صلى الله عليه وآله وسلم- فقال: «ذٰلِكَ جِبْرِيلُ جَاءَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ».[1]

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جبریلِ امین ایک نوجوان کی شکل میں حاضر ہوئے، جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ انھوں نے آقا علیہ السلام کو سلام کیا تو آپ نے جواب دیا۔ انھوں نے انتہائی قریب ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور تقدیر کے خیر و شر کو دل سے مان لے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں ان کے اس قول پر تعجب ہوا، گویا کہ وہ جانتے ہیں۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے ارکان کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نماز قائم کرنا، زکات دینا، ماہِ رمضان کے

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب: ۳، فصل: ۲، ج: ۱، ص: ۱۲۷- ۱۲۸، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ اگر مرتبہ مل جائے اور استعداد نہ ہو، تو اس سے بڑی آزمائش کوئی نہیں۔ ★

روزے رکھنا اور غسلِ جنابت کرنا۔ جبریل نے کہا: آپ نے سچ فرمایا: ہمیں ان کے اس قول پر تعجب ہوا، گویا کہ وہ جانتے ہیں۔ پھر عرض کیا: احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھتا (تو اس طرح عبادت کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کیا: قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے رہنے دو! (کیوں کہ) جس سے سوال کیا گیا ہے، وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلے گئے تو حضور ﷺ نے ہمیں انہیں بلانے کا حکم دیا۔ ہم نے انہیں ڈھونڈا لیکن ان کا کوئی سُراغ نہ ملا تو حضور ﷺ نے ہمیں بتایا کہ یہ جبریل تھے، جو تمھیں تمھارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔"

تشریح: یہ حدیث مختصر ہے، یہی حدیث مختلف سندوں کے ساتھ متعدّد طرق سے مفصل بھی آئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین، حدیث جبریل یا حدیث ام الاحادیث یا ام الجوامع کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب بالکل واضح اور ظاہر ہے اور یہ اپنے اندر احکام و مسائل کا بحر ناپیدا کنار لیے ہوئے ہے۔ یہاں " مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمِ مِنَ السَّائِلِ " کی وضاحت ضروری ہے، وہ یہ کہ "أَعْلَمُ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اسمِ تفضیل کی نفی سے بالکل ہی فعل کی نفی لازم نہیں آتی ہے؛ چوں کہ یہاں نفی زیادتی علم کی ہے نہ کہ نفس علم کی، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بارے میں مجھے اور جبریل دونوں کو علم ہے، اس معاملے میں میرا علم جبریل سے زیادہ نہیں؟"۔ پھر دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کو بیان فرمایا۔ ان سب کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا کہ رات کے بعد دن کا آنا یقینی ہے؛ کیوں کہ

ہزار فلسفیوں کی چناں چنیں بدلی   نبی کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

حدیث نمبر ٣٥

ٹڈی دَل کا حکم

أبو حنيفة عن عائشة بنت عجرد -رضي الله عنها- قالت: قال رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم-: ”أَكْثَرُ جُنْدِ اللهِ فِي الْأَرْضِ الجَرَادُ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ“.(١)

ترجمه: ”اللہ کا سب سے بڑا لشکر زمین میں ”ٹڈی دَل“ ہے، میں اسے کھاتا ہوں نہ حرام قرار دیتا ہوں“۔

تشریح: اس سے مراد وہ عام ٹڈیاں نہیں ہیں جو گھروں میں پائی جاتی ہیں اور کپڑوں میں سوراخ کر دیتی ہیں، بلکہ اس سے مراد ”ٹڈی دَل“ ہے جو فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے، غول کی شکل میں آتا ہے اور جس فصل سے گزر جاتا ہے اسے خراب کر دیتا ہے۔ اس کا گوشت بھی بہت لذیذ ہوتا ہے، اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کا سر اور پچھلا حصہ توڑ کر، آگ پر سینک کر اسے کھا لیا جاتا ہے، جو ایک بوٹی کا نوالہ بنتا ہے۔

فائدہ: بعض روایات کے مطابق اس کا زمین سے ختم ہو جانا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اس روایت میں آیا ہے ”لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ“، جب کہ بعض دوسری روایات سے نبی ﷺ کا اسے تناول فرمانا بھی ثابت ہے؛ اس لیے تردد والی روایات کو ابتدا پر اور تناول والی روایت کو انتہا پر محمول کیا جائے گا۔ اللہ ورسولہ أعلم۔

---

(١) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:٣، فصل:١، ج:١، ص:٧٩، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ١٣٣٢ھ

★ غریب وہ شخص ہے، جس کی خواہش اس کے حاصل سے زیادہ ہے۔ ★

حدیث نمبر ٣٦

مشتبہ چیزوں سے بچو

أبو حنيفة **عن** الحسن بن عبيد الله **عن** الشعبي قال: سمعت النعمان بن بشير يقول على منبر الكوفة: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الحَلَالُ بَيِّنٌ وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ.(١)

ترجمہ: ''حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، توجو کوئی شبہات کی چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا۔''

تشریح: اس کو ہر عالم جانتا ہے کہ کتاب وسنت نے جن جن چیزوں کو حلال قرار دیا، وہ حلال ہیں۔ جیسے پانی، گیہوں، چاول، میوہ وغیرہ اور جن جن چیزوں کو حرام ٹھہرادیا، وہ حرام ہیں۔ جیسے شراب، مردار، خنزیر وغیرہ۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں، جن کا حلال یا حرام ہونا مشتبہ ہے یعنی دلائل میں تعارض ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے حلال یا حرام ہونے کو نہیں جانتے، لہذا جو شخص حرام کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ ان مشتبہ چیزوں کو بھی چھوڑ دے گا تو اس کا دین محفوظ اور آبرو سلامت رہے گی۔

حدیث نمبر ٣٧

گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں

أبو حنيفة **عن** عبد الله بن أبي حبيبة قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاء صاحب رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- قَالَ بينا أنا رَدِيف

---

(١) جامع مسانید الامام الاعظم، باب:٣، فصل:١، ج:١، ص:١١٤، مطبع مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ١٣٣٢ھ

رسول الله -صلی الله عَلَيْهِ وَسلم- فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاء مَنْ شَهِدَ أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَنِّي رَسُول الله وَجَبت لَهُ الْجنَّة قَالَ: قلت: وَإِن زنا وَإِن سرق قَالَ: فَسَكَتَ عَنّي ثُمَّ سَار سَاعَة فَقَالَ من شهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَنِّي رَسُول الله وَجَبت لَهُ الْجنَّة" قَالَ: فَقُلْتُ لَه وَإِن زنا وَإِن سرق فَسَكَتَ عَنّي ثُمَّ سَار سَاعَة فَقَالَ: من شهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَنِّي رَسُول الله وَجَبت لَهُ الْجنَّة، قَالَ: قُلْتُ: وَإِن زنا وَإِن سرق، فَقَالَ: وَإِن زنا وَإِن سرق وَإِن رغم أنفُ أبي الدَّرْدَاء. قال: وكأني أنظر إلى إصبع أبي الدرداء السبّابة يُومي بها إلى أرنبته۔[1]

ترجمہ: "عبداللہ بن حبیبہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابیِ رسول ﷺ ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دن اس دوران کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سواری پر پیچھے سوار تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابو دردا! جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب ہو جائے؟ یہ سن کر نبیِ اکرم ﷺ ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر وہی بات فرمائی۔ میں نے پھر وہی سوال کیا۔ تین مرتبہ اس طرح ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہو جائے، اور اگرچہ ابو دردا کی ناک خاک آلود ہی ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابو دردا کی شہادت والی انگلی آج بھی مجھے اپنے سامنے نظر آتی ہے، جب کہ انھوں نے اسے اپنی ناک کے نرم حصّے پر رکھا تھا۔"

تشریح: اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا میں صدق دل سے توحید اور رسالت کا قرار کرنے والا ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور داخل ہوگا، خواہ اسے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے ابتداءً جہنم ہی میں کیوں نہ جانا پڑے۔ کتاب و سنت میں

---

(۱) جامع مسانید الِامام الأعظم، باب:۳، فصل:۲، ج:۱، ص:۱۲۸، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

اس کے واضح دلائل موجود ہیں۔ یہ حدیث فرقہ معتزلہ کے خلاف حجت ہے، جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مرتکب کبیرہ ''دخول جہنم'' کا تو مستحق ہے لیکن مومن ہونے کی صورت میں ''خلود جہنم'' کا مستحق ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ ''دخول'' اور ''خلود'' میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

حدیث نمبر ۳۸

نکاح، طلاق اور رجعت

أبو حنيفة **عن** عطاء بن أبي رباح **عن** يوسف بن ماهك **عن** أبي هريرة -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- قال: ''ثَلاَثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ وَالطَّلاَقُ وَالرَّجْعَةُ''.[1]

ترجمہ: ''تین چیزیں ایسی ہیں، جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع کرنا۔''

تشریح: نکاح اور طلاق میں باہمی ربط واضح ہے کہ نکاح دو خاندانوں کو ایک پاکیزہ رشتے کے ذریعے ایک لڑی میں جوڑنے کا نام ہے اور طلاق اس جُڑی ہوئی لڑی کو توڑنے کا۔ فقیر نے دو افراد کا لفظ قصداً نہیں کہا؛ کیوں کہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ نکاح کے ذریعے صرف لڑکا اور لڑکی ہی نہیں جُڑتے بلکہ ان دونوں کے خاندان کے افراد بھی جُڑ جاتے ہیں، جب کہ طلاق کے ذریعہ صرف لڑکے اور لڑکی ہی کی زندگی تباہ نہیں ہوتی بلکہ دونوں خاندانوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

نکاح اور طلاق کے درمیان ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ جس طرح سنجیدگی کی

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۲۳، ج: ۲، ص: ۸۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

★ جب انسان زندہ رہ کر زندگی کو نہیں سمجھ سکتا، تو وہ مرے بغیر موت کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ ★

حالت میں نکاح کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے اور طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، نیز جس طرح مذاق ہی مذاق میں ایک دوسرے کے لیے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر لینے سے نکاح ہوجاتا ہے، بالکل اسی طرح طیش میں آکر مرد کی جانب سے اپنی بیوی کو ہنسی مذاق میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ یہی حکم اس صورت میں بھی جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو صریح الفاظ میں ایک یا دو مرتبہ طلاق دی ہو اور عدّت گزرنے سے پہلے ہنسی مذاق میں ہی (بوس وکنار یا خلوت صحیحہ وغیرہ کے ذریعے) رجوع کر لیا ہو تو اس رجوع کو شرعاً صحیح تسلیم کر لیا جائے گا اور اس شخص کے لیے اپنی بیوی سے جماع وغیرہ جائز ہوجائے گا۔

حدیث نمبر ۳۹

رفعِ یدین منسوخ ہے

أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة والأسود عن عبد الله بن مسعود -رضي الله عنه-: أن رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصلاة ثُمَّ لَا يَعُودُ لشيء من ذلك.[1]

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی ابتدا ہی میں دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر کبھی نہ اٹھاتے۔“

تشریح: احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا مکروہ وممنوع اور خلاف سنت ہے اور نہ اٹھانا نماز کے بالکل موافق اور عقل کے عین مطابق ہے۔ مگر غیر مقلدین ان دونوں حالات میں رفع یدین کرتے ہیں۔

(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب:۵، فصل:۳، ج:۱، ص:۳۵۲، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

اس سلسلے میں ان کے بے بنیاد اعتراضات اور ان کے بالتفصیل جوابات سے قطع نظر کرتے ہوئے اتنا عرض ہے کہ مذکورہ حدیث پاک ہم احناف کی مستدل بہ ہے، جو بہت سی وجوہات کی بنیاد پر انتہائی قوی ہے: (۱) اس کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کی فقاہت وثقاہت پوری جماعت صحابہ میں مسلّم تھی۔(۲) آپ نے ایک مرتبہ صحابہ کے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پیش کی، جس میں تکبیر تحریمہ کے سوا کبھی ہاتھ نہ اٹھائے اور کسی صحابی نے اس کا انکار بھی نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ سب نے اس کی تائید کی۔ اگر رفعِ یدین سنت ہوتا تو صحابہ اس پر ضرور اعتراض کرتے؛ کیوں کہ ان سب نے حضور کی نماز دیکھی تھی۔(۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف نہ فرمایا، بلکہ حسن فرمایا۔(۴) بہت سے صحابہ، تابعین اور علما رضی اللہ تعالیٰ عنہم رفعِ یدین نہیں کرتے تھے، ان کے عمل سے اس حدیث کی تائید ہوئی ہے۔(۵) امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر محدث اور عظیم الشان مجتہد وقت نے اس روایت کو قبول فرمایا اور اس پر عمل کیا۔(۶) عام اُمّت رسول کا اس پر عمل ہے، جو حدیث کی تقویت کا سبب ہے۔(۷) یہ حدیث نماز کی حالت یعنی سکون واطمینان کے موافق اور عقل وقیاس کے مطابق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رفع یدین بوقت رکوع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نیز حضرات صحابہ خصوصًا خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل اور عقلِ شرعی کے خلاف ہے۔ جن روایات میں رفع یدین آیا ہے، وہ تمام روایات منسوخ، مرجوح اور نا قابل عمل ہیں، ورنہ احادیث میں سخت تعارض واقع ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۰

صدقے کو ہدیے کے طور پر قبول کرنا

أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة

-رضي الله عنها- قَالَتْ: تُصُدِّقَ عَلىٰ بَرِيْرَةِ بِلَحْمٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وآله وسلم-، فَقَالَ:"هُو لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ."(۱)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بریرہ (باندی) کے پاس صدقے کا گوشت آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

تشریح: فقہاے کرام نے اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ تبدیلِ مِلک سے حکم بدل جاتا ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ صدقے کی کوئی چیز نہیں کھایا کرتے تھے؛ کیوں کہ آپ پر صدقہ حرام تھا۔ لیکن وہ چیز پہلے جب کسی کی مِلک میں آجاتی اور وہ اپنی طرف سے بطورِ ہدیہ پیش کرتا تو نبی اکرم ﷺ تناول فرمالیا کرتے تھے۔

فائدہ: حیلۂ شرعی کی اصل یہی حدیث پاک ہے۔ اللہ ورسولہ أعلم.
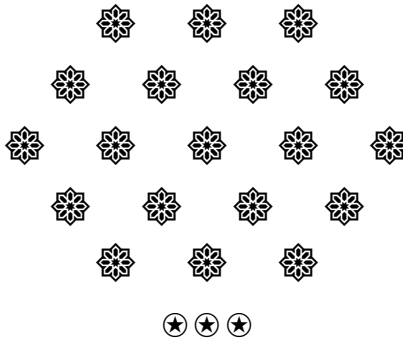
(۱) جامع مسانید الإمام الأعظم، باب: ۲۷، ج: ۲، ص: ۱۶۹، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن، ۱۳۳۲ھ

طالبانِ حدیث کے لیے اصولِ حدیث کا مختصر اور جامع رسالہ
مختصر
اُصُولِ حَدِیثْ
مؤلف
شیخ الطاف حسین صابری مصباحی
برکات اسلام فاؤنڈیشن
مالونی، ملاڈ (ویسٹ)، ممبئی ۹۵
Cell No: 9987446223